ماہ نامہ

ہمدرد

نونہال

اپریل ۱۹۸۸

نونہالانِ وطن کی تن درستی کا ایک اور نکتہ!

اچھی صحت کا ایک نکتہ یہ ہے کہ مسوڑھے صحت مند ہوں تاکہ دانت مضبوط ہوں۔ دانت صاف ہوں تاکہ وہ موتیوں کی طرح چمکیں۔

تن درستی کا ایک اور نکتہ یہ ہے کہ ہر دن صبح اٹھتے ہی اور ہر رات سونے سے پہلے نونہال ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کو صاف کریں۔

سونف، پودینہ سے بنا ہوا، اور گلِ آب میں بسا ہوا۔

ہمدرد
نونہال ٹوتھ پیسٹ
نازک دانتوں کے لیے نازک ٹوتھ پیسٹ

انسان دوست، جہاں دوست
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

NAB-84 PID(1)

MCB-15

اِک نیا معیار
ڈیزائن بیشمار
گولڈ فِش ڈیلکس پینسل
Goldfish
DELUXE PENCIL
بین الاقوامی معیار کے مُطابق دیدہ زیب
ڈیزائنوں میں اپنی نوعیت کی واحد
گولڈ فِش ڈیلکس پینسل ۔
دیکھنے میں دلکش استعمال میں بہترین
گولڈ فِش ڈیلکس پینسل
ہر دکان / اسٹور اور اسٹیشنرز سے
دستیاب ہیں۔
شاہ سنز لمیٹڈ
ڈی ۸۸ - ایس - آئی - ٹی - ای - کراچی
فون: ۲۹۳۴۵۱، ۲۹۳۴۵۲

فون: 616001 سے 616005 (پانچ لائنیں)

ہمدرد نونہال

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
ISSN 0259-3734

شعبان ۱۴۰۸ ہجری
اپریل ۱۹۸۸ عیسوی
جلد ۳۶
شمارہ ۴

مجلس ادارت

صدر مجلس — حکیم محمد سعید
مدیر اعلا — مسعود احمد برکاتی
مدیرۂ اعزازی — سعدیہ راشد

سالانہ (رجسٹری سے) ۸۱ روپے سالانہ ـــ ۴۵ روپے فی شمارہ ـــ ۴ روپے

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

پتا: ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۱۸

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

اس رسالے میں کیا ہے

جاگو جگاؤ ۵ — جناب حکیم محمد سعید
پہلی بات ۶ — مسعود احمد برکاتی
ہے اللہ اکبر ہی نعرہ مرا ۷ — محترمہ یاسمین حزیں
خیال کے پھول ۸ — ننھے گلچیں
اللہ کا مہینہ ۹ — جناب عتیق الرحمٰن صدیقی
سرورق کی کہانی ۱۲ — جناب ابراہیم نذیر
تتلی (نظم) ۱۵ — جناب حفیظ الرحمٰن احسن
ہماری زبان ۱۷ — جناب شان الحق حقی
طب کی روشنی میں ۲۱ — جناب حکیم محمد سعید
تحفے ۲۵ — باذوق نونہال
ایک کھیل بہت سے... ۲۹ — جناب ساجد علی ساجد
مفت مشورہ ۳۳ — جناب رؤف پاریکھ
بادشاہ کا لباس ۳۹ — عمر حیات
سورج سے باتیں ۴۱ — نظم پارہ نظمی
دشمن کا فریب ۴۴ — مقصود احمد ظفر
آنکھیں کھلی رکھنا ۴۶ — جناب معراج
میں آپ کا دماغ ہوں ۵۹ — جناب ڈاکٹر اعجاز علی ارشد
بلبل کا بیاہ ۶۸ — عنبرین ناز احمر
بیل پٹ ۷۳ — رمیش لعل
دستانے کا راز ۷۵ — جناب معراج
مگر یہ کیوں؟ ۸۳ — گل رخ

ہمدرد انسائیکلوپیڈیا جناب علی ناصر زیدی ۵۳، کارٹون جناب مشتاق ۵۷، اخبارِ نونہال ننھے صحافی ۵۸، نونہال مصور ننھے آرٹسٹ ۶۵، معلوماتِ عامہ ۲۶۴ ادارہ ۶۶، صحت مند نونہال ادارہ ۸۵، مسکراتے رہو ننھے مزاح نگار ۸۷، نونہال ادیب ننھے لکھنے والے ۹۱، قارئین کی عدالت نونہال پڑھنے والے ۱۰۵، معلوماتِ عامہ ۲۶۳ کے جوابات ۱۱۰، اس شمارے کے مشکل الفاظ ۱۱۲

اس رسالے کی تمام کہانیوں کے کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ ان میں سے کسی کی کسی حقیقی شخص یا واقعے سے مطابقت محض اتفاقی ہوسکتی ہے جس کے لیے ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا

حکیم محمد سعید پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے شائع کیا

جاگو جگاؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کا مہینہ، رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور نعمتوں کا مہینہ ہے۔ ہر صاحبِ ایمان اس مہینے کا انتظار کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے استقبال کے لیے تیار کرتا ہے۔ پورے سال غفلت میں گزارنے والے لوگ بھی اس مہینے میں جاگ جاتے ہیں اور اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی عبادت کرکے اپنے ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔

رمضان میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ: ۱۸۵)

قرآن اللہ تعالیٰ کی ہدایات کا سرچشمہ اور انسانوں کے لیے زندگی کا ضابطہ ہے۔ ایک ایسا ضابطہ جس پر عمل کرکے ہر انسان دین اور دنیا دونوں میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر ایک خاص کرم یہ ہے کہ اس نے اس مہینے میں ہمیں پاکستان عطا کیا۔ ایک ایسا ملک جس میں ہم آزاد ہیں، جہاں ہم قرآن کے مطابق اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں۔ جہاں ہم بھلائی اور نیکی کو اجتماعی طور پر اختیار کر سکتے ہیں اور ایک ایسی برادری اور ایک ایسا معاشرہ قائم کر سکتے ہیں جس سے سب ایک دوسرے کی بھلائی اور خوشی چاہتے ہوں اور بھائی بھائی کی طرح ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم ایسا کرتے بھی ہیں؟ اگر نہیں کرتے تو ہمیں کس نے روکا ہے؟ ہم میں سے ہر شخص اپنے آپ سے یہ سوال کرے اور اس کا جواب سوچے۔

تمھارا دوست اور ہمدرد حکیم محمد سعید

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

کچھ نونہال امتحانوں سے نمٹ چکے ہیں اور کچھ ابھی نمٹ رہے ہیں۔ کام یابی کی امید تو سبھی کو ہوتی ہے۔ میری تمنا اور دعا بھی یہی ہے کہ تمام نونہال اپنے اپنے امتحان میں کام یاب ہوں اور ترقی کی اگلی سیڑھی پر چڑھیں۔

اب بڑوں کے صفحات میں بھی نونہالوں کے اچھے اچھے مضمون اور کہانیاں شائع ہونے لگی ہیں۔ جو نونہال محنت کر کے لکھیں گے ان کو یہ موقع ملتا رہے گا۔ خاص نمبر میں بھی نونہالوں کی صرف بہترین اور عمدہ تحریریں شامل ہوں گی۔ نقل کرنے والے نونہالوں سے ہماری گزارش ہے۔ البتہ نظمیں آپ نقل کر کے بھیج سکتے ہیں، لیکن جس شاعر کی نظم ہے اس کا نام اور جس کتاب یا رسالے سے نقل کی ہے اس کا نام ضرور لکھیے۔ ہم آپ کا نام بھی پسند کرنے والے کی حیثیت سے شائع کرتے ہیں۔

چند مہینوں سے معلومات عامہ کے جوابات بہت کم آرہے ہیں۔ شاید نونہالوں کو سوالات مشکل معلوم ہو رہے ہیں، مگر ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ کتابیں دیکھیے، بڑوں سے پوچھیے۔ مشکل آسان ہو جائے گی۔ اسی طرح علم بڑھتا ہے۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے کہ جو بات آپ کو آج معلوم نہیں ہے۔ وہ آپ کل بھی معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں۔

خاص نمبر کس مہینے میں چھپے، اس کے بارے میں ابھی خط آرہے ہیں، اس لیے ہم ابھی فیصلہ نہیں کر سکے، لیکن بہر حال خاص نمبر شائع ہوگا سال کے بیچ ہی میں۔ قیمت بھی اب کے کچھ زیادہ ہوگی، کیوں کہ کاغذ کی قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ عام شمارے کی یہ قیمت بھی قائم رکھنا ممکن نہیں رہا۔ بہر حال خاص نمبر کے لیے ابھی سے پیسے اکٹھے کرنے شروع کر دیجیے اور اپنے دوستوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ کچھ دن ذرا ٹافی کم کھائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجائے ہیں تُو نے زمیں آسماں
ہے اہلِ جہاں پر بڑا مہرباں
اگر کوئی لکھتا رہے عمر بھر
نہ اوصاف تیرے کبھی ہوں بیاں
مبارک ہوں زاہد کو حور و قُصور
مجھے بس ترا چاہیے آستاں
ہے اللہ اکبر ہی نعرہ مرا
ہیں محتاج تیرے سبھی بے گُماں
نہیں دے سکا کوئی تجھ کو فریب
دلوں کے سبھی بھید تجھ پر عیاں
ہدایت کا رستہ دکھا دے جسے
بدی کا نہ ہو اُس کے دل میں نشاں

ہے اللہ اکبر ہی نعرہ مرا

یاسمین حزیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خیال کے پھول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم : تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی۔

مرسلہ : ہُما ناز عبدالسلام، کراچی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ : تمھارا راز تمھارا قیدی ہے، لیکن کُھل جانے کے بعد تم اس کے قیدی ہو جاؤ گے۔

مرسلہ : زبیدہ اور نجمہ، جھڈو

سلطان محمود غزنوی : ہنسی ایک سستی دوا ہے جسے خریدا نہیں جاسکتا۔

مرسلہ : محمد رضا کاہنہ نو ، لاہور

افلاطون : اللہ تعالیٰ ہر پرندے کو خود خوراک دیتا ہے، مگر اس کے گھونسلے میں نہیں ڈالتا۔ مرسلہ : طیب رشید، لاہور

جالینوس : جو اپنے دوست کو بُرے کاموں سے باز نہیں رکھ سکتا، وہ دوستی کے قابل نہیں۔

مرسلہ : وقار احمد تربیلوی، تربیلہ ٹاؤن شپ

بھرتری ہری : سورج خود بخود کنول کا پھول کھلا دیتا ہے۔ چاند اپنے آپ چاندنی پھیلا دیتا ہے۔ بادل بغیر مانگے ہی پانی برسا دیتا ہے۔ اسی طرح نیک انسان بغیر کہے خود بخود دوسروں کی بھلائی کے کام کرتا ہے۔

مرسلہ : طلعت رضوی، سیالکوٹ

والٹیئر : ہر ناکامی اپنے دامن میں کام یابی کے پھول لیے ہوتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم کانٹوں میں نہ اُلجھ جائیں۔ مرسلہ : تجمل الیاس، لاہور

فرینکلن : اگر تمھاری قسمت اُونگھ رہی ہے تو گھبراؤ نہیں، بیدار رہو۔

مرسلہ : شیریں پروین، کراچی

برنارڈ شا : کام یابی بے شمار خطرناک غلطیوں میں گھری ہوتی ہے۔

مرسلہ : سید اصغر علی، لاڑکانہ

ٹیگور : ٹھوکریں صرف دُھول اڑاتی ہیں، دھرتی سے فصل نہیں اُگاتیں۔

مرسلہ : سید مُبشّر الحسن، کراچی

ماؤزے تنگ : سو طرح کے پھولوں کو اپنی بہار دکھانے دو۔ سو طرح کے خیالات کا مقابلہ کرو۔ خوش بُو وہی حاوی ہوگی جو بہتر ہے۔ رنگ وہی غالب آئے گا جو حقیقی ہے۔ مرسلہ : راؤ عمر دراز ، اوکاڑہ

اللہ کا مہینہ

عتیق الرحمٰن صدیقی

مہینے تو سب ہی اچھے ہیں مگر رمضان کے مہینے کی شان ہی اور ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ اسی میں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا اور وہ بھی رمضان کی ایسی مبارک رات میں جو خیر و برکت میں ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینے کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے۔ حق کو باطل سے الگ کر دینے والا دن بھی اسی مہینے میں ہے جسے قرآنِ حکیم نے یوم الفرقان کا نام دیا۔ مکّہ مکرّمہ بھی اسی مہینے میں فتح ہوا۔ اسی بنا پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کو بڑی عظمت والا اور بہت ہی برکت والا اور اللہ کا مہینہ کہا۔ نبی اکرمؐ نے اس مہینے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جنّات جکڑ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنّت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں رہتا۔ اللہ کے حکم سے فرشتہ پکارتا ہے کہ اے بھلائی، آگے بڑھ اور اے برائی اور بدعملی کا شوق کرنے والے رُک! اور اللہ کی طرف سے بہت سے نافرمان بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے اور یہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔"

نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے اپنی خوشی سے کوئی نفل نیکی کرے گا وہ دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر اجر و ثواب پائے گا اور جو کوئی ایک فرض ادا کرے گا وہ دوسرے مہینوں کے ستّر فرضوں کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بڑے جوش و خروش سے رحم کرتا ہے۔ رمضان کی یہ پاکیزہ گھڑیاں اس کی رحمتوں کی خوش خبری سناتی ہیں، "یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا، ہدایت اور کھلی نشانیاں دی گئیں اور وہ معیار بتایا گیا جس پر حق اور باطل کو پرکھا جا سکے۔ جو اس مہینے کو پائے وہ اس مہینے کے روزے رکھے۔" روزے کا حکم دراصل اس لیے ہوا کہ اس

مہینے میں اللہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے کتاب اُتاری جس سے بڑی نعمت اور رحمت اور کوئی نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کی اس نعمت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر بجالاؤ۔

اس عظیم نعمت کی شکر گزاری کیسے ہو؟ اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تیار کرے جس کے لیے عطا کرنے والے نے وہ نعمت عطا کی ہو۔ یہ قرآن حکیم ہمیں اس لیے عطا فرمایا گیا کہ ہم اس کو پڑھیں اور سمجھیں اور اللہ کی رضا کا راستہ جان کر خود اس پر چلیں اور دوسروں کو اس پر چلائیں۔ اسی راستے کی تیاری کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روزے رکھنے کا حکم دیا اور اس کا مقصد یہ بتایا، "تاکہ تمھارے اندر تقوا پیدا ہو سکے۔" حضور اکرمؐ نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا کہ روزہ گناہوں سے بچانے والی ایک ڈھال ہے۔ تقوے کے لفظی معنی، اپنے آپ کو بچانے کے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقوا اس احساس کا نام ہے جو آدمی کو ہر بھلے کام پر اُبھارتا ہے اور ہر بُرے کام سے روکتا ہے تاکہ انسان اللہ کی ناراضی سے بچ جائے۔

رمضان کے مہینے میں روزے دار صبح کی پَو پھٹنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے رُکا رہتا ہے، حال آنکہ ان خواہشوں میں بلا کا زور ہے بلکہ انسان کے زندہ رہنے کا انحصار ہی ان پر ہے۔ مسلسل ایک مہینے تک ان خواہشوں کو دبائے رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ ظاہر ہے کہ تیس دنوں کی یہ مشق انسان میں صبر و ضبط کی وہ قوت پیدا کر دیتی ہے جسے پاکر وہ شیطان کے پھندے میں نہیں پھنستا اور پھر روزے میں ریا یعنی دکھاوے کا نہ ہونا بھی اس بات کی ضمانت ہے کہ روزے کی عبادت بندے کو اللہ کے قریب کرنے والی ہے۔ اسی لیے تو حضورؐ نے فرمایا، "انسان کے ہر اچھے عمل کا اجر دس گنے سے لے کر سات سو گُنے تک ملے گا۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اپنے ہاتھوں اس کا اجر دوں گا، کیوں کہ بندہ صرف میری ہی خاطر اپنی خواہشوں اور اپنے کھانے پینے کو چھوڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک بندہ تقوے کی صفت کی وجہ سے ہی اپنے آپ کو دکھاوے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

روزہ دراصل ظاہری بھوک اور پیاس کا نام نہیں بلکہ حقیقت میں یہ دل اور روح کی بھوک اور پیاس کا نام ہے۔ اگر یہ غرض پوری نہیں ہو پاتی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ روزے دار نے روزہ

نہیں رکھا بلکہ فاقہ کیا ہے۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ بھوک اور پیاس کے سوا ان کے پلّے کچھ نہیں پڑتا۔ نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک اس میں سوراخ نہیں کیا جاتا۔ صحابہ نے پوچھا، "یارسول اللہ! اس میں سوراخ کس چیز سے ہوتا ہے؟" فرمایا، "جھوٹ اور غیبت سے۔"

۱۹۸۸ء کے کسی بھی مہینے کی تاریخ کا دن معلوم کیجیے

جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی
۶	۹	۱۰	۶	۸
جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر
۱۱	۶	۹	۱۲	۷
نومبر	دسمبر			
۱۰	۱۲			

استعمال کا طریقہ

اوپر بارہ مہینوں کے نام دیے گئے ہیں۔ ان میں ہر مہینے کے نیچے ایک نمبر بھی لکھا ہُوا ہے۔ جس مہینے کی تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو تو سب سے پہلے آپ اس مہینے کا نمبر کیلنڈر میں دیکھیں۔ اب اس نمبر کو اپنی مطلوبہ تاریخ میں جمع کر دیں اور پھر حاصل جمع کو سات پر تقسیم کر دیں۔ اگر باقی ایک بچے تو ہفتہ، دو بچے تو اتوار، تین بچے تو پیر، چار بچے تو منگل، پانچ بچے تو بُدھ، چھے بچے تو جمعرات اور اگر کچھ بھی نہ بچے تو جمعۃ المبارک کا دن ہو گا۔

مرسلہ: اللہ رکھی بٹ، کراچی

•••••••

شیر کا دوست

ابراہیم نذیر

بہت دنوں کی بات ہے۔ ہندستان کے ایک گاؤں سُکھ داس پُور سے دو میل دُور ایک چوڑے میدان کو پار کرنے کے بعد ترائی کے جنگل میں شیروں کا ایک جتھا رہتا تھا۔

شیروں کے اس جتھے میں ایک جوڑا بھی تھا۔ ایک شیر اور ایک شیرنی۔ دونوں میں آپس میں بڑا میل ملاپ تھا۔ منّے بچّے بھی تھے۔ شیروں کے خاندان کے دستور کے مطابق بچّوں کی پیدائش کے وقت بے چارے شیر اور شیرنی کو خاندان سے الگ ہونا پڑا تھا۔ کوسوں دُور گھنی، سبز اور شاداب جھاڑیوں سے گھری ہوئی زمین پر شیر اور شیرنی نے تھوڑی سی جگہ بنائی تھی اور اس ٹھنڈے اور روشنی سے محفوظ گھر میں شیرنی نے بچّے دیے تھے۔

بچّوں کی پیدائش کے بعد شیر پر خوراک حاصل کرنے کی ذمّے داری اور زیادہ بڑھ گئی۔ اب اسے نہ صرف اپنے پیٹ کی فکر رہتی، بلکہ شیرنی اور اپنے دونوں بچّوں کے لیے بھی غذا کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ شیرنی تو اپنے بچّوں کی حفاظت کے لیے گھر میں رہتی تھی اور شیر شکار کی تلاش میں جنگل کی خاک چھانتا پھرتا تھا۔ بدقسمتی سے جب کسی دن شیر کے ہاتھ شکار نہ لگتا اور وہ تھکن سے چُور مایُوسی سے منھ لٹکائے واپس آتا تو شیرنی شیر کو خالی ہاتھ واپس آتا دیکھ کر دُور ہی سے دہاڑنا شروع کر دیتی اور اس کے بدن پر اپنے پنجے اور دانت مار کر اپنی ناراضی کا اظہار کرتی۔ بے چارہ شیر شرمندگی سے اپنا سر جُھکائے سب کچھ برداشت کرتا۔

لیکن جیسے ہی اس کے چھوٹے چھوٹے بچّے اس کی طرف لپکتے اور اس کی گردن پر چڑھ کر اُچھلنے کُودنے لگتے تو وہ اپنی دن بھر کی تھکن اور شیرنی کی ساری ناراضی بُھول کر اپنے بچّوں کے ساتھ کھیلنے لگتا اور جب وہ ان کو پیار سے چاٹنے لگتا تو شیرنی کی آنکھوں میں بھی مامتا جاگ اُٹھتی اور وہ ایک طرف بیٹھ کر اپنے بچّوں کو ان کے باپ کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھتی رہتی۔

ایک دن شیر صبح ہی صبح خوراک کی تلاش میں روانہ ہوگیا۔ وہ ایک دریا کے کنارے جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس اُمید پر کہ کوئی ہرن یا دوسرا جانور پانی پینے آئے تو اس پر اچانک حملہ کر کے خوراک کا بندوبست کر سکے۔

سورج آہستہ آہستہ اوپر چڑھ رہا تھا۔ شیر کو جھاڑی میں بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہوگئی۔ گرمی بڑھتی جا رہی تھی اور بے چارہ شیر دریا کی طرف ٹکٹکی لگائے چپ چاپ بُت کی طرح بیٹھا تھا۔ اچانک اسے اپنے قریب کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ شیر نے چونک کر چاروں طرف دیکھا، مگر کوئی نظر نہ آیا۔ شیر یہ سوچ کر مطمئن ہوگیا کہ کوئی پرندہ ہوگا اور پھر گھات لگا کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر گزر جانے کے بعد پھر کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔ شیر نے اپنے کان کھڑے کر لیے اور آنے والے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور آہستہ آہستہ آواز کی طرف روانہ ہوا۔

پت جھڑ کی وجہ سے زمین پر سوکھے پتّے بکھرے ہوئے تھے لیکن کیا مجال کہ شیر کا پیر غلط پڑ جائے۔ وہ بالکل بے آواز چل رہا تھا۔ شیر نے غور سے آواز کی سمت دیکھا تو اسے وہاں ایک لگ بھگ پانچ سال کا بچّہ نظر آیا جو جھاڑیوں میں تتلیوں کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ شیر دبے قدموں آہستہ آہستہ بچّے کی طرف بڑھا اور ایک ہی جست میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ جب شیر بچّے کے قریب پہنچا تو بچّے نے مڑ کر شیر کو دیکھا اور فوراً شیر کے پاس جا کر اس کی گردن کے لمبے لمبے بالوں کو پکڑ کر کھیلنے لگا۔ شیر کو اس سے بڑی راحت اور سکون سا محسوس ہوا۔ اس نے آرام سے اپنی گردن زمین پر ڈال کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اب تو منّے میاں اس کی گردن پر چڑھ کر لگے اُچھلنے کُودنے، مگر شیر اسی اطمینان اور سکون سے بیٹھا رہا۔ جب اُچھل کُود سے منّے میاں کا جی بھر گیا تو وہ بھی شیر کی پیٹھ سے اُتر کر اس کے قریب ہی ہری ہری گھاس پر لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد شیر اُٹھا اور اپنی اسی جگہ واپس چلا گیا۔

اب سورج مغرب کی طرف ڈھلنے لگا تھا۔ شام کے سائے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ شیر کو اب تک کوئی شکار ہاتھ نہ لگا تھا۔ شکار کی طرف سے مایوس ہو کر شیر دوبارہ اسی طرف آیا جہاں منّے میاں بڑی معصومیت سے ہری ہری گھاس پر پڑے سو رہے تھے۔

اس نے غور سے انھیں دیکھا۔ ان کے گرد تین چکّر لگائے اور پھر انھیں پیار سے چاٹنے لگا۔ اس سے منّے میاں کی آنکھ کُھل گئی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ شیر اپنے گھر جانے کے لیے مُڑا تو منّے میاں بھی اس کے پیچھے ہو لیے۔

آگے آگے شیر جا رہا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے منّے میاں چلے جا رہے تھے۔ جیسے ہی شیر کا گھر قریب آیا وہ ایک جست لگا کر گھر میں داخل ہو گیا۔ منّے میاں پیچھے رہ گئے تھے، مگر انھوں نے دور ہی سے شیر کا گھر دیکھ لیا تھا۔

سنتے آئے ہیں کہ شیر کبھی انسان پر حملہ نہیں کرتا، لیکن جب اسے دو یا تین دن تک کوئی شکار نہیں ملتا تو مجبوراً انسان کو بھی اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ یہ خاصیت شیر سے زیادہ شیرنی میں ہوتی ہے۔ بچّے والی شیرنی تو ویسے بھی زیادہ غضب ناک ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے بچّوں کے قریب کسی کو بھی پھٹکنے نہیں دیتی، چاہے کوئی انسان ہو یا جانور۔

خیر، جیسے ہی منّے میاں آگے بڑھ کر شیر کے گھر کے قریب ایک جھاڑی کی آڑ میں پہنچے ویسے ہی شیرنی نے انسان کی بُو محسوس کر کے گھبرا کر شیر کی طرف دیکھا، لیکن شیر نے کوئی بُو محسوس نہیں کی۔ وہ اسی اطمینان سے بیٹھا رہا۔ اتنے میں تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ اب شیر نے بھی اس بُو کو محسوس کر لیا۔ شیرنی تو پہلے ہی پریشان تھی، اب ایک دَم بُو کی طرف جھپٹی، مگر اس سے پہلے ہی شیر نے جست لگائی اور ناراض شیرنی کو اپنے پہلو سے دھکیلتا ہوا دُور لے گیا۔ منّے میاں کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی ان کی نظر شیر کے چھوٹے چھوٹے بچّوں پر پڑی، وہ ان کی طرف لپکے۔ شیرنی پھر پریشان ہونے لگی لیکن شیر کی ایک ہلکی سی غُراہٹ سے وہ خاموش ہو گئی۔ اب جیسے ہی مُنّے میاں کو شیرنی کے بچّوں نے دیکھا تو وہ دونوں ان کی طرف لپکے اور تینوں بچّے مل کر ساتھ ساتھ کھیلنے لگے۔

جتنی خوشی منّے میاں کو شیر کے چھوٹے چھوٹے بچّے پا کر ہو رہی تھی اُس سے کہیں زیادہ خوشی دونوں بچّوں کو ایک عجیب ساتھی پا کر ہو رہی تھی۔ تینوں بچّے خوش خوش اِدھر سے اُدھر لوٹ لگانے لگے اور اُچھلنے کودنے لگے۔ تینوں بچّوں کو اس طرح خوشی سے کھیلتا ہُوا دیکھ کر شیرنی بھی خاموشی سے شیر کے قریب ہی بیٹھ گئی، مگر اب اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں غصّے کی جگہ شفقت چمک رہی تھی۔

تتلی

حفیظ الرحمٰن احسن

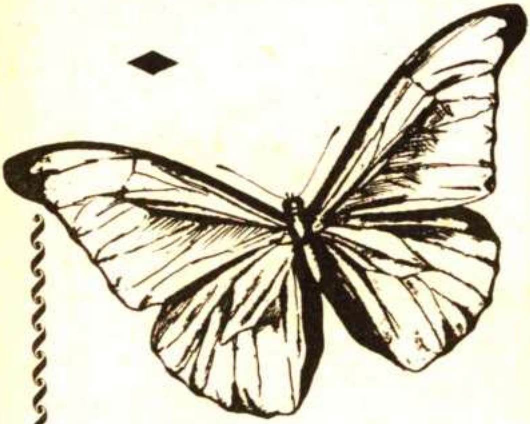

تتلی اری او تتلی
رنگت ہے تیری چتلی

نازک ہیں تیرے پَر بھی پتلی سی ہے کمر بھی
چھوٹا سا ایک سَر بھی اُڑنے کا ہے ہنر بھی

تتلی اری او تتلی
رنگت ہے تیری چتلی

پل بھر نہیں ہے رُکتی ہے کوئی تیرا گھر بھی؟
تدبیر تو بہت کی پر تُو نہ ہاتھ آئی!

تتلی اری او تتلی
رنگت ہے تیری چتلی

یہ پُھرتی اور شوخی کس نے تجھے سکھائی؟
کیا رنگ تجھ کو بخشے کیا ڈھنگ تجھ کو بخشے!

تتلی اری او تتلی
رنگت ہے تیری چتلی

قائم شدہ ۱۹۴۱

جائیے -!
ہم آپ سے نہیں بولتے۔

دیکھئے نا -! حرا۔ شیزا۔ کرن اور فرخ سب کے
اکاؤنٹ حبیب بینک میں ہیں مگر آپ نے اب تک
میرا اکاؤنٹ نہیں کھلوایا۔

حبیب بینک لمیٹڈ

PID (Islamabad)

ہماری زبان

شان الحق حقی

ہماری ایک زبان تو وہ ہے جو ہمارے مُنھ کے اندر رہتی ہے۔ ذائقے کو محسوس کراتی ہے اور کبھی کبھی مُنھ چڑانے کے کام بھی آتی ہے۔ کسی کو چھیڑنا یا چڑانا ہو تو بعض بچّے اُس کی طرف منھ کر کے زبان باہر نکال دیتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ ہماری سمجھ میں آج تک نہیں آیا، مگر ہے خاصی ناشائستہ حرکت۔

دوسری زبان وہ ہے جو ہم بولتے ہیں۔ وہ زبان تو ہم لے کر پیدا ہوئے تھے۔ یہ زبان ہم پیدائش کے بعد سیکھتے ہیں، اور چُوں کہ بہت سے لفظ زبان ہی سے ادا کرتے ہیں اس لیے بولی کا نام بھی زبان پڑگیا۔ انگریزی میں بھی بولی کو "ٹنگ" (TONGUE) کہتے ہیں، جس کے اصل معنی مُنھ کے اندر والی زبان کے ہیں۔ ایک دوسرا لفظ بھی ہے لینگوِج (LANGUAGE) اس کے بھی ابتدائی معنی تو وُہی تھے مُنھ کے اندر والی زبان لیکن پھر یہ صرف بولی کے لیے مخصوص ہوگیا۔ جیسے ہمارے ہاں "لِسان" صرف بولی کے لیے آتا ہے اور "زبان" دونوں کے لیے۔ ایک لطیفہ سُنیے۔ بعض لوگوں کو انگریزی بگھارنے کا شوق ہوتا ہے، چاہے جانتے بھی نہ ہوں۔ ایک صاحب نے دیکھا کہ اُن کا چھوٹا بھائی زبان باہر نکال رہا ہے۔ ڈانٹ کر بولے:

Don't take out your language

ذِکر تھا ہماری زبان یعنی ہماری بولی کا، جس کا نام اُردُو ہے۔ "اُردو"، ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے اصلی معنی ہیں 'لشکر' یا 'چھاؤنی'۔ لشکر بادشاہوں کے ساتھ چلتا تھا۔ پھر امن کے زمانے میں بھی بادشاہ کے دربار اور محلّات اور اِرد گِرد رہنے والے عملے اور فوج فرّہ سبھی کو مِلا کر "اردو" کہا جانے لگا۔ گویا اب اردو کے معنی ہوگئے دارالخلافے میں بادشاہ کے اِرد گِرد، بادشاہ کے دربار، محکموں، کارخانجات وغیرہ سے تعلق رکھنے والی ساری آبادی۔ اسے "اُردُوے مُعَلّیٰ" کا نام دیا جاتا تھا۔ اور ہماری زبان کا نام بھی "زبانِ اردوے معلّیٰ" پڑگیا، کیوں کہ یہ وہ زبان تھی جو 'اُردُوے معلّیٰ' میں بولی جاتی تھی اور وہیں پروان چڑھی۔

اُردُو ے معلّیٰ میں سب طرف کے آدمی ہوتے تھے۔ وہ پہلے پہل مختلف بولیاں بولتے ہوئے آئے تھے۔ ان میں عربی بولنے والے عالم بھی تھے۔ ترکی اور فارسی بولنے والے اُمرا، سپاہی پیشہ لوگ، ہنرمند، کاریگر وغیرہ جو وسطِ ایشیا، ایران، غزنی، ہرات وغیرہ سے آئے تھے۔ ان کے علاوہ برِصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں کے لوگ۔ اِن سب کی بولیوں کے الفاظ اردو میں شامل ہیں۔ بنیادی طور پر یہ "پراکرتی" بولی ہے۔ اس کے قواعد اور بنیادی الفاظ کا بڑا حصّہ دیسی ہے اور پاکستان کی دوسری زبانوں سے بھی اس کا قریبی رشتہ ہے۔

اب ہم انسانی زبانوں کی ابتدا کی بات کرتے ہیں۔ پھر اُردُو کی ابتدا اور نشو و نما تک آئیں گے۔ دُنیا میں زبانوں کے چند بڑے خاندان ہیں: آریائی، منگولی، سامی وغیرہ۔ ان میں سب سے وسیع خاندان آریائی زبانوں کا ہے۔ یہ برصغیر پاک و ہند اور ایران سے لے کر یورپ تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرق میں بنگالی، اردو، سندھی، گجراتی، پنجابی، پشتو اور فارسی سے لے کر مغرب میں یونانی، لاطینی، فرانسیسی، ہسپانوی، جرمن اور انگریزی وغیرہ تک اکثر زبانیں آریائی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی یہ سب آپس میں ہم رشتہ ہیں، ایک ہی اصل بولی سے نکلی ہیں، اور پھر مختلف شاخوں میں بٹ گئی ہیں۔ ان کے مختلف نام پڑ گئے ہیں اور ہزاروں سال گزرنے پر ان کی شکلیں بھی اتنی بدل گئی ہیں کہ ایک ماں کی اولاد ہونے کے باوجود اجنبی نظر آتی ہیں۔ شجرۂ نسب تو ضرور ملتا ہے مگر صورت شباہت الگ ہے۔

شاید آپ پُوچھیں کہ معلوم کیسے ہُوا کہ یہ سب زبانیں ایک خاندان کی ہیں؟ تو لسانیات کے ماہرین نے اس سلسلے میں بڑی تحقیق کی ہے۔ پہلے پہل تو وہ صرف بعض الفاظ کی مشابہت پر چونکے، مثلاً:

اردو/فارسی	سنسکرت	انگریزی	یورپین کلاسیکی زبانیں
دُختر	دوہتر	DAUGHTER	TOCHTER (یونانی)
پدَر	پتَر	FATHER	VATER (یونانی) PATER (لاطینی)
گاو	گو، گئو	COW	KUH (یونانی)
مادَر	ماتا، ماتَر	MOTHER	MUTTER (یُونانی) MATRE (لاطینی)
برادَر	بھراہتر	BROTHER	FRATER (لاطینی)

دَو	دُوَ	TWO	DUO	(یونانی و لاطینی)
آٹھ/ہشت	اَشٹھ	EIGHT	OCTO	(لاطینی)
دَیوتا	دَیو	DEITY	DEUS	(لاطینی)
آگ/آذر	اگنی	IGNITE (آگ بھڑکانا)	IGNI	(لاطینی)
راجا	راجن	REGENT	REGIS	(لاطینی) REGERE راج
دانت		DENT/TOOTH	DENTIS	(لاطینی)
تارا/ستارہ		STAR	STERELA	(لاطینی) ASTER (یونانی)
تُو	تُوم	THOU	TU	(لاطینی) DU (یونانی)
میں/من	آمی	ME	MEIN	(یونانی)
اَبرو	بھرو	BROW	BRUN	نورس، ناروے وغیرہ کی زبان۔

اس طرح بہت سے لفظ ہیں جو آپس میں ملتے جلتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل ایک ہی ہوگی، یعنی قدیم آریائی زبان۔ یہ زبان حضرت مسیح کی پیدائش سے کئی ہزار سال پہلے آریہ لوگ وسطِ ایشیا سے لے کر ہندستان آئے تھے۔ ان کی مذہبی کتابیں جنھیں وَید کہتے ہیں جس زبان میں ہیں وہ سنسکرت کہلاتی ہے۔ اب کہیں بولی نہیں جاتی۔ صرف کتابوں میں ہے۔ اس کے علاوہ سنسکرت سے ملتی جُلتی اور کئی بولیاں برِّصغیر کے مختلف علاقوں میں پیدا ہوگئیں جنھیں "پراکرِت" بولیاں کہتے ہیں۔ ہماری آج کی صوبائی زبانیں اور خُود اُردُو اپنی قدیم پراکرتوں کی جدید شکل ہے۔ مسلمانوں کی آمد کا سِلسِلہ محمد بن قاسم کے سِندھ فتح کرنے کے بعد یعنی ۷۱۱ء سے شروع ہُوا۔ اس سے پہلے یہ علاقے ایرانی سلطنت میں بھی شامل رہے تھے۔ اس لیے فارسی زبان کا اثر بھی اس علاقے کی زبانوں پر بہت ہے۔ اور فارسی سے قدیم رشتہ بھی تھا۔ پھر جو اسلامی سلطنتیں یہاں اور برِّصغیر کے دُوسرے علاقوں میں قائم ہوئیں ان کی زبان ترکی یا فارسی تھی مگر سرکاری زبان فارسی ہی رہی۔ مذہبی زبان ہونے کی وجہ سے عربی کا بھی بہت چرچا تھا۔ لاکھوں آدمی یہی زبانیں بولتے ہوئے آئے تھے۔ انھوں نے رفتہ رفتہ مقامی زبانیں اختیار کرلیں، لیکن لازمی طور پر عربی، فارسی اور ترکی وغیرہ کے بہت سے الفاظ ان میں شامل ہوگئے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال اردو زبان ہے۔ اس

نے عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت کے بہت سے کارآمد الفاظ اپنے اندر سمیٹ لیے ہیں اور ان کو آپس میں ملا کر نئے الفاظ اور محاورے بھی بنائے ہیں۔ ہم آئندہ آپ کو ان کی بہت سی مثالیں بتائیں گے۔ ہماری زبان کی تاریخ اور اس کی خصوصیات کی بابت مضامین کا یہ سلسلہ اِن شاء اللہ جاری رہے گا۔

کُلنگ

کُلنگ پانی کا پرندہ ہے۔ اس کا ہوَا اور پانی دونوں جگہ راج ہوتا ہے۔ کُلنگ سردی کے موسم میں پاکستان آتا ہے اور مارچ کے مہینے میں واپس چلا جاتا ہے۔ یہ پرندے بلندی پر قطاریں بنا کر اُڑتے ہیں اور اپنی مخصوص آواز "ہونک، ہونک" سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ پرندے مِل جُل کر رہتے ہیں۔ ان کے جُھنڈ کے جُھنڈ عام طور سے دریاؤں اور جھیلوں کے درمیان خُشک جگہوں پر بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی لمبی لمبی ٹانگیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ یہ پانی میں چلنے والے پرندے ہیں۔ ان کی خوراک چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور مینڈک ہیں۔

کلنگ کا قد چار فیٹ تک ہوتا ہے۔ رنگ گہرا خاکستری، گردن لمبی اور اس کے دونوں طرف ایک سفید چوڑی دھاری، سیاہ ٹانگیں گھٹنوں پر موٹی، سر گنجا، سر کی پچھلی طرف جلد پر ایک سیاہی مائل نشان ہوتا ہے۔ اس کے بچّوں کے جسم پر پیدائش کے وقت ہی سے پَر ہوتے ہیں اور ان کی آنکھیں بھی پیدائش کے وقت سے کُھلی ہوتی ہیں۔ چُناں چہ وہ جلد ہی اپنی دیکھ بھال کے قابل ہو جاتے ہیں۔ وہ چُست اور چالاک ہوتے ہیں۔ اس کی بڑی قسم کو 'سارَس' کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی پانچ فیٹ، سَر اور گردن سُرخ، گلا سیاہ، گردن کے پیچھے ایک سفید گول نشان، ٹانگیں لمبی اور سُرخ لیکن سر اور گردن سے ہلکے رنگ کی ہوتی ہیں۔ گھٹنے موٹے موٹے ہوتے ہیں۔ سارَس جُھنڈ بنا کر نہیں رہتے بلکہ جوڑے جوڑے کی شکل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک مر جائے تو دُوسرا بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

حکیم محمد سعید

سوال و جواب

طب کی روشنی میں

ہلکی آواز

س: عمر ۱۷ سال ہے۔ میری آواز بولنے میں عام لوگوں کی طرح ہے۔ لیکن بہت ہلکی ہے۔ اگر مجھے کسی کو تھوڑی دُور سے بُلانا ہو تو اس تک میری آواز نہیں پہنچتی۔ اس وجہ سے اسکول میں میری حاضری بھی رہ جاتی ہے۔ حاضریاں ۷۵ فی صد سے کم ہونے کی صورت میں کالج والے ایڈمٹ کارڈ نہیں دیتے۔ میری آواز شروع ہی سے ایسی ہے۔ مجھے ہر وقت نزلہ رہتا ہے اور گلا بھی خراب رہتا ہے۔
عابد، کراچی

ج: عجیب مسئلہ ہے یہ۔ کیا حاضری لینے والے بزرگ آنکھیں بند کر کے حاضریاں لیتے ہیں۔ بعض لوگوں کی آواز فطری طور پر نرم ہوتی ہیں۔ اب اسے گرم کرنا تو اچھی بات نہیں ہوتی۔ اپنے استاد محترم کو یہ بات بتا دیجیے تاکہ وہ آپ کی صورت دیکھ کر حاضری لگا دیا کریں۔ آپ شاید شرمیلے بھی ہیں۔ دوستوں، ساتھیوں کے ساتھ کچھ وقت گزارا کیجیے۔ دھیرے دھیرے شرمیلا پن دور ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں آواز بھی بہتر ہو جائے گی۔

گلے کی خرابی عموماً نمک کے نیم گرم پانی سے غرارے کرتے رہنے سے دور ہو جایا کرتی ہے۔

چہرے، کمر اور پیٹھ پر دانے

س: عمر ۲۳ سال ہے۔ میں ایک محنت کش ہوں۔ جب میری عمر تقریباً دس سال تھی اس وقت میرے چہرے پر دانے نکل آئے تھے۔ یہ دانے ابھی تک ہیں اور چہرے کے ساتھ کمر اور پیٹھ پر بھی نکل آئے ہیں۔ بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ دانے پیپ دار ہیں۔ پیشاب بھی جلن کے ساتھ آتا ہے۔ ازراہِ کرم علاج تجویز فرمائیے۔
مولا بخش بلوچ، شہر کا نام نہیں لکھا

ج: صبح کو قرصِ رسوت ایک عدد۔ تازہ پانی کے ساتھ کھانا شروع کر دیں۔ رات کو سوتے وقت قرصِ کمیلہ ایک عدد کھائیے۔ مہینہ بھر تک یہ علاج جاری رکھیے۔

آنکھوں تلے اندھیرا

س: عمر ۱۵ سال ہے۔ سو کر اٹھتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آپ کوئی ایسا علاج بتائیں جس سے میری آنکھوں میں اندھیرا نہ آئے۔ انوار الحق انصاری، ٹنڈو آدم

ج: بات واضح نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ سو کر اٹھنے پر اندھیرا آنکھوں تلے کیوں آتا ہے۔ آپ کو کسی اچھے مقامی معالج سے مشورہ کر لینا چاہیے۔

ادرک ہاضم ہے

س: ازراہِ کرم یہ بتائیے کہ کیا واقعی ادرک بادی کو گھٹاتی ہے۔ اگر یہ کھائی جائے تو کوئی نقصان تو نہیں ہوتا؟

محمد معین، کراچی

ج: ہاں ہاں، ادرک واقعی ریاح کو تحلیل کرتی ہے۔ ادرک ضرور کھانی چاہیے۔ کوئی نقصان نہیں۔ ہاضم ہے، پاچک ہے۔ ہاں زیادتی تو ہر چیز کی بُری ہوا کرتی ہے۔

چہرے پر دانے

س: عمر ۱۶ سال ہے۔ میرے چہرے پر دو سال سے دانے ہیں جو سخت ہیں اور لال رنگ کے ہیں۔ ہر جگہ سے علاج کرا کرا در مایوس ہو کر آپ سے درخواست کر رہی ہوں۔ آپ ازراہ کرم اس مرض کا علاج تجویز فرمائیں۔

ریحانہ پروین محمد اشرف، کراچی

ج: ہمدرد سے دو چیزیں لے لیں اور استعمال کریں:

صبح: قرصِ رسوت ایک عدد۔ پانی کے ساتھ

شام: صافی دو چمچے چائے کے برابر

۱۵-۲۰ دن استعمال کریں۔ لگانے کے لیے کلونجی لے لیں۔ ذرا سی کلونجی پیس کر پانی میں ملا کر رات کو ان دانوں پر لگائیں۔

چکّر آتے ہیں

س: عمر ۱۸ سال ہے۔ میں جب بھی پاؤں کے بل بیٹھتا ہوں اور کچھ دیر بعد کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے چکّر آتے ہیں اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا جاتا ہے۔ ازراہِ کرم اس کا علاج بتائیے۔

محمد رفیع بابر، سجاول

ج: ایسا لگتا ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں اپنی قوتیں ضائع کر رہے ہیں۔ یہ چکّر خون کی کمی اور

خون کے دماغ تک زیادہ نہ جانے کی علامت ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کی غذا ناکافی ہو۔
علاج یہی ہے کہ اپنی صحت اور قوت کی حفاظت کریں۔

بالوں کا جھڑنا

س: میری بہن کے بال لمبے ہیں لیکن ایک سال سے مسلسل جھڑ رہے ہیں۔ میری بہن اپنے بالوں کو ریٹھے آملہ اور سکاکائی سے دھوتی ہیں۔ از راہِ کرم کوئی حل بتائیے۔

اشرف حسین، ٹنڈو آدم

ج: آپ کی بہن کے سر میں اگر خشکی (ڈینڈرف) پیدا ہو گئی ہے تو یہ بال اس کی وجہ سے گرتے ہیں۔ ان کو اپنے سر کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ سر میں لگانے کے لیے ان کو حسبِ ذیل تیل بنا لینا چاہیے۔

دوائے خارش سفید	۱ تولہ
روغنِ کمیلہ	۱۰ تولہ

ہمدرد سے حاصل کریں۔ دونوں کو ملا کر رکھ لیں۔ رات یہ تیل لگائیں۔ صبح سر دھولیں۔

سرطان (کینسر) کا مرض

س: کینسر کیا ہوتا ہے؟ کینسر کی بیماری کیوں ہوتی ہے؟ اس کی علامات کیا کیا ہیں؟

سعدیہ یوسف، گجرات

ج: آپ کو ماہنامہ "ہمدرد صحت" کا مطالعہ کرنا چاہیے، جس میں کینسر پر اکثر مضامین شائع ہوتے ہیں۔

○ ○

ضروری تصحیح

ہمدرد نونہال جنوری ۱۹۸۸ء میں کالم "طب کی روشنی"، میں صفحہ ۲۵ پر آخری سطر سے پہلی سطر میں روغن کمیلہ کی مقدار ۶ ملی گرام غلطی سے چھپ گئی ہے۔ صحیح مقدار '۳۶ گرام' ہے۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔

UNION INTRODUCES ANOTHER QUALITY PRODUCT

TOFFEES
REAL CHEWY CANDY

UNION The Biggest name in wholesome taste

Midas Khi

تحفے

** سچ اور علم **

مرسلہ: سید شفیق الدین عالم، کراچی

سچ اور علم دو ایسے زیور ہیں جو انسان کو یکساں طور پر زیب دیتے ہیں۔ اگر کوئی تمھارے ساتھ بُرائی کرے تو اسے ریت پر لکھ دو اور جو بھلائی کرے تو اسے پتھر پر کندہ کر دو۔ انسان خود عظیم نہیں ہوتا، بلکہ اس کا اخلاص، عمل اور کردار اسے عظیم اور بلند تر بناتا ہے۔

** لمحۂ فکر **

مرسلہ: محمد غلام حسین میمن، حیدرآباد

مجھے ایک نہایت ہی ذمّے دار شخص نے بتایا کہ ۱۹۴۷ء میں جب انگریز یہاں سے رخصت ہوئے تو وہ پاکستان کی دو نہایت ہی قیمتی چیزیں "کنفیڈینشل بکس" میں بند کر کے اپنے ساتھ لے گئے، ہمیں اس سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ یہ بات سُن کر مجھے پریشانی اور تشویش لاحق ہوئی اور میں نے رازدارانہ انداز میں اس شخص سے پوچھا، "تمھیں معلوم ہے وہ کیا چیزیں تھیں؟" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ میرا شوقِ تجسس اور بڑھ گیا۔ میں اس کے اور قریب گیا اور اس سے راز بتا دینے کی استدعا کی۔ اس نے کہا:

"انگریز اللہ اور آخرت کا خوف اور قانون کا احترام اپنے ساتھ لے گئے۔"

یہ سُن کر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا، وہ ان دونوں چیزوں سے خالی تھا۔

** دوستی **

مرسلہ: شگفتہ پروین، کراچی

دوستی ایک پُر تخیل جذبہ ہے۔ اس کا نبھانا یا تو بہت آسان ہے یا پھر بہت مشکل۔ کائنات میں اس جذبے کی بہت قدر کی جاتی ہے لیکن بعض اوقات دُور سے اچھے نظر آنے والے انسان اندر سے بہت خراب ہوتے ہیں۔ جب انھیں دوستی نبھانے کو کہا جائے تو وہ بہت دُور بھاگ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے دُور رہا جائے تو بہتر ہے۔

دوستی ایک ہیرا ہے اگر سچّا اور اچھا دوست مل جائے تو وہ ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

کاش! سچّے اور اچھے دوست کا مل جانا اس طرح آسان ہو جائے جس طرح آج کل دودھ میں پانی کا مل جانا آسان ہو گیا ہے۔

** معذور کون؟ **

مرسلہ: انجم ناز انجم، لاہور

معذور کون ہے؟

کیا ہم جو کر ہاتھ پاؤں سلامت ہوتے ہوئے بھی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ کہیں عزّت کی بھیک، کہیں دولت کی بھیک، کہیں انا کی بھیک اور کہیں وقت کی بھیک، یا وہ لوگ معذور ہیں جو زندگی میں اپنے جسم کا کوئی حصّہ کھو بیٹھتے ہیں۔ کیا سچ مچ وہ لوگ معذور ہیں جنھیں ان کے کٹے ہوئے بازو یا ٹانگ نے نہیں بلکہ ہم نے معذور بنایا ہے۔

معذور تو ہم ہیں، ہمارے ذہن ہیں، ہماری سوچیں اور خیالات ہیں۔

ایک مکمل انسان وہی ہے جو معذور ہوتے ہوئے بھی معذور نہیں۔ اس کے ارادے، اس کی سوچیں، اس کا عزم اور اس کی ہمّت اس کے سہارے ہیں، اس کا راستہ ہیں۔ آئیے ہم اپنے آپ کو ٹٹولیں۔ کہیں ہم بھی تو معذور نہیں۔

** کرنیں **

مرسلہ: سید محمد اظہر، لاڑکانہ

- زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔
- ستاروں کی خوب صورتی ان کی بلندی میں ہے۔
- احساسِ کم تری مستقبل کی موت ہے۔
- زبان کی لغزش قوموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔
- ناقابلِ اعتماد دوستوں سے تنہائی بہتر ہے۔
- میٹھی زبان بے شمار دشمنوں سے بچاتی ہے۔

** یہ عروس البلاد ہے **

مرسلہ: شاہد محمود، صادق آباد

آپ کو سڑکیں ایسی دکھائی دیں، جو جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی ہوں۔ وَن وے پر دونوں طرف ٹریفک چلتا دکھائی دے۔ بس اسٹاپ پر قطار لگانے کے بجائے طاقت کا مظاہرہ ہو رہا ہو۔ سخت گرمی میں بجلی غائب ہو۔ نل پانی کے بجائے گیس فراہم کر رہے ہوں۔ پچھلے مہینے میں ایک دفعہ محلّوں اور سڑکوں کی صفائی ہوتی ہو۔ اور ٹیکس پورا وصول کیا جاتا ہو، بلکہ چھے ماہ کا پیشگی ٹیکس وصول کیا جا رہا ہو۔ ٹیلے فون کریں یا نہ کریں بل پابندی سے ملتا رہے تو آپ ان تمام باتوں سے قطعی گھبرائیے نہیں۔ آپ چاند یا مریخ کی دنیا میں نہیں، بلکہ آپ عُروس البلاد کراچی میں موجود ہیں۔

** قسمت سے ہوتا ہے **

مرسلہ: امجد علی شاہ، ظاہر پیر

ایک دین دار زرگر کے پاس ملازم ہوا۔ زرگر بات بات پر کہتا تھا کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ قسمت سے ہوتا ہے۔ ملازم بھی سُنا کرتا تھا۔ ایک روز اس نے موقع پا کر ایک زیور چُرا لیا۔ زرگر کو معلوم ہوا تو اس نے نوکر کو مارنا شروع کر دیا۔ ملازم نے کہا، "آقا! آپ مجھے کیوں مارتے ہیں؟ آپ تو کہتے تھے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ قسمت سے ہوتا ہے۔ پس اس زیور کا چوری ہو جانا بھی اس کی قسمت میں تھا۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟" زرگر نے اس کو دوبارہ مارنا شروع کر دیا اور جواب دیا کہ مار کھانا بھی

تمھاری قسمت میں ہے۔

آنسو

مرسلہ: روبی حنیف، محمود آباد

پیرس سے وہ ہمارے پیرس پہنچنے سے پہلے چل دیے تھے۔ انگلستان میں ہم نے عالی صاحب کو جا پکڑا۔ بغل گیر ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ کسی ہمدمِ دیرینہ سے مدّت بعد ملنے کا اثر ہونا لازمی ہے۔ ہم نے کہا، "کوئی بات نہیں، اب ہم یہیں رہ جائیں گے، تم کو اُداس نہیں ہونے دیں گے۔" انھوں نے اس امکان سے خوف زدہ ہو کر کہا، "نہیں، یہ بات نہیں ہے۔" ہم نے کہا، "پھر ملک کے حالات کا خیال آرہا ہوگا۔ آپ کے کالموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی حالت واقعی تسلّی بخش نہیں۔ مادّی اور اخلاقی لحاظ سے اِصلاح کی بڑی گنجائش ہے لیکن اس پر رونے دھونے سے کچھ نہیں بنتا۔ حوصلہ رکھو۔" نیپکن سے آنسو پونچھ کر بولے، "یہ قصّہ بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ میں باورچی خانے میں کھڑا پیاز کاٹ رہا تھا۔" ہم نے کہا" وہ کیوں؟" بولے، "گوبھی گوشت میں ڈالنے کے لیے۔ کھانا کھا کر جانا۔" ہم نے کہا، "خود پکائیے گا؟" بولے، "دیکھتے جاؤ بلکہ اپنی کرسی باورچی خانے میں لے آؤ۔"

—ابن انشا

ذہنی آزمائش

مرسلہ: سید ممتاز حیدر عابدی، ملیر

ماچس کی پندرہ تیلیاں لے کر تین مربعوں میں مندرجہ ذیل ترتیب سے رکھیے۔ اب اپنے کسی دوست سے کہیے کہ ان پندرہ تیلیوں میں سے چھے تیلیاں اس طرح اٹھائے کہ دس باقی بچیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ بہت چکرائیں گے۔ لاکھ دماغ ماریں گے مگر سمجھ میں نہ آئے گا۔ جب بہت زِچ ہو جائیں تو مٹھائی کھلانے کا وعدہ لے کر انھیں بتا دیں، مگر پہلے خود مشق کر لیں۔

جواب:

۱۰۔ دس۔ ٹین

حقیقتِ دنیا

مرسلہ: جے، آئی، ساغر، کراچی

دنیا میں ہر ایک شخص اُمیدِ فردا کے خوش کُن تصوّرات میں مگن رہتا ہے اور سوچتا ہے کہ کل کا دن بہت جلد آئے، تاکہ اس کے حق میں کوئی زیادہ بہتری کی صُورت ظہور پذیر ہو۔ وقت گزرنے اور عمر کم ہونے کا اس کو مطلق خیال نہیں ہے۔

دنیا میں کوئے حیات سے درِ مرگ تک چند سالوں کی مسافت ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس مختصر مسافت میں کوئی قدم ایسا نہیں جس میں ہزار ہا آفات نہ ہوں۔

دنیا میں خوشی کی نسبت غم زیادہ ہیں۔ گریۂ شمع تمام شب، خندۂ صبح دَم بھر۔ عید کا صرف ایک دن اور محرّم کا پورا عشرہ ہے۔

مزہ بھی آتا ہے دنیا سے دل لگانے میں

سزا بھی ملتی ہے دنیا سے دل لگانے کی

* جانوروں سے ہم کیا سیکھتے ہیں *

مرسلہ: کاشف عبدالسلام، حیدر آباد

- چیونٹی سے کفایت شعاری اور ذخیرہ اندوزی
- مرغی سے بچّوں کی پرورش
- شیر سے دلیری اور بہادری
- کتّے سے وفاداری اور فرماں برداری
- عقاب سے بلند پروازی
- گھوڑے سے تیزی اور چُستی
- ہاتھی سے دانائی
- بندر سے چالاکی اور حکمت
- مرغ سے بیداری اور ہوشیاری

** اسے گرفتار کرلو **

مرسلہ: راشد اشرف، حیدر آباد

پولیس نے تفتیش سے دو باتیں معلوم کیں۔ ایک تو یہ کہ مرنے والے کی موت کسی اتفاقی حادثے سے نہیں ہوئی، بلکہ اسے قتل کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ قاتل کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ قتل کا سُراغ لگانے کے لیے سب سے بڑے سراغ رساں کو طلب کیا گیا۔ اس نے لاش پر ایک نظر ڈالی اور ایک بال جو مقتول کے کوٹ پر پڑا تھا، اُٹھایا اور بولا، "لیجیے معما حل ہوگیا۔"

پھر وہ بال لوگوں کو دکھا کر کہنے لگا، "بس ہمیں ایک ایسے شخص کو تلاش کرنا ہے جس کے سر کا ایک بال کہیں گم ہوگیا ہے۔ جوں ہی وہ شخص ہاتھ آیا، سمجھیے کہ قاتل مل گیا۔" حاکموں نے اس کی بات سُنی اور خوب واہ واہ کی۔

سُراغ رساں نے قاتل کی تلاش شروع کردی۔ وہ برابر چار دن اور چار راتیں نیو یارک کے گلی کوچوں میں پھرتا رہا۔ ہر شخص کے چہرے کو غور سے دیکھتا۔ پانچویں دن اس نے ایک شخص کا پیچھا کیا جو سیّاح کا بھیس بدلے ہوئے تھا۔ اس شخص نے جہازی ٹوپی پہن رکھی تھی اور اس کے کان ٹوپی میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ جہاز پر سوار ہونے والا تھا۔ سراغ رساں بھی اس کے پیچھے جہاز پر پہنچا اور گرج کر بولا:

"اسے گرفتار کرلو۔"

پھر وہ تن کر کھڑا ہوگیا اور جیب سے وہی بال نکال کر کہنے لگا، "یہ اس شخص کا بال ہے اور اس بال سے اس کا جُرم ثابت ہوجاتا ہے۔"

جہاز کے کپتان نے حکم دیا، "اس کی ٹوپی اُتار دو۔"

ملّاحوں نے ٹوپی اُتار دی لیکن سراغ رساں کو سخت مایوسی ہوئی۔ ملزم گنجا تھا، اس کے سر پر ایک بال بھی نہیں تھا۔

سراغ رساں نے کہا، "اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص نے صرف ایک آدمی کو نہیں، بلکہ کم از کم دس لاکھ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔"

ماہر سراغ رساں کی سفارش پر حکام نے فوراً ہی اس شخص کے قتل کا حکم صادر کردیا اور انصاف کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے کارندوں نے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

کُشتی

ساجد علی ساجد

۱ - "گریکو رومن" کی اصطلاح کیسے وجود میں آئی ؟
۲- گریکو رومن اور فری اسٹائل کشتی (ریسلنگ) میں کیا فرق ہے ؟
۳- کتنی تنبیہوں یا کاشنز کے بعد پہلوان کو مقابلے سے خارج کر دیا جاتا ہے ؟
۴- فال (FALL) کا مطلب کیا ہوتا ہے ؟
۵- انٹرنیشنل امیچر ریسلنگ فیڈریشن (FILA) کب وجود میں آئی ؟
۶- ریسلنگ کی مندرجہ ذیل قسمیں کہاں لڑی جاتی ہیں :-
۱- رشنگن ، ۲- گلائما ، ۳- سومو ، ۴- سامبو اور ۵- یاگلی -
۷- پاکستان کی ریسلنگ فیڈریشن کب قائم ہوئی تھی ؟
۸- سیئول میں ہونے والے پچھلے ایشیائی کھیلوں میں پاکستان نے صرف کُشتی (ریسلنگ) میں طلائی تمغا جیتا - یہ کارنامہ انجام دینے والا پہلوان کون تھا ؟
۹- کیا کشتی کے مقابلے ۱۹۰۰ء کے اولمپک کھیلوں میں بھی ہوئے تھے ؟
۱۰- جدید اولمپک میں کُشتی پہلی بار کب شامل کی گئی تھی ؟
۱۱- کس پہلوان نے اولمپک میں سب سے زیادہ تمغے جیتے ہیں ؟
۱۲- کس پہلوان نے اولمپک کے سب سے زیادہ ٹائیٹل جیتے ہیں ؟
۱۳- کس پہلوان نے سب سے زیادہ مرتبہ عالمی چیمپیئن شپ جیتی ؟
۱۴- کشتی کا طویل ترین مقابلہ کب اور کہاں ہوا تھا ؟
۱۵- سب سے وزنی پیشہ ور پہلوان کون گزرے ہیں ؟
۱۶- پیپر ویٹ ریسلنگ کب سے اولمپک میں شامل ہوئی ؟
۱۷- پہلی انٹرنیشنل فری اسٹائل ریسلنگ چیمپئن شپ کب اور کہاں ہوئی تھی ؟
۱۸- برِصغیر کے سب سے مشہور پہلوان کون تھے ؟
۱۹- پاکستان کی طرف سے بین الاقوامی مقابلوں میں پہلا طلائی تمغا کس پہلوان نے جیتا ؟

۲۰- پاکستان میں ابتدائی دور کے کچھ اچھے غیر پیشہ ور پہلوانوں کے نام بتائیے جنھوں نے بین الاقوامی مقابلوں میں تمغے جیتے۔

۲۱- پاکستان میں فری اسٹائل ریسلرز کا کون سا گھرانا مشہور ہے ؟

۲۱- پاکستان میں فری اسٹائل ریسلرز کا کون سا مشہور گھرانا گزرا ہے ؟

جوابات

۱- ریسلنگ یا پہلوانی کو دنیا میں سب سے پہلے یونانیوں نے مقبول بنایا۔ ساتویں صدی تک یہ اولمپک میں شامل تھی۔ بعد میں روم کے رہنے والے ریسلنگ کے شوقین بن گئے اور دونوں نے مل کر اسے مقبول بنایا اور اس طرح "گریکو رومن" کی اصطلاح وجود میں آئی۔

۲- فری اسٹائل میں پہلوان اپنی ٹانگیں آزادی سے استعمال کر سکتا ہے۔ گریکو رومن میں کمر سے نیچے وار کرنا یا مخالف کو ٹانگ مار کر گرانا قاعدے کے خلاف ہے۔ ۳- تین تنبیہوں کے بعد۔ ۴- اگر ایک پہلوان اپنے مقابل پہلوان کے دونوں بازو پورے دو سیکنڈ کے لیے میٹ پر تان دیتا ہے تو وہ "فال" کر کے جیت جاتا ہے۔ ۵- ۱۹۲۱ء میں۔ ۶- رشنگن سوئٹزر لینڈ میں، گلائما آئس لینڈ میں، سومو جاپان میں، سامبو روس میں اور یاگلی ترکی میں۔

۷- ۱۹۵۳ء میں لاہور میں۔ ۸- گجرانوالہ کے عبدالمجید پہلوان۔ ۹- نہیں۔ ۱۰- ۱۹۰۴ء میں۔

۱۱- ہنگری کے امرے پولیاک نے سب سے زیادہ تمغے جیتے ہیں۔ انھوں نے ایک طلائی اور تین نقرئی تمغے جیتے۔ ۱۲- کارل ویسٹر گرین (سوئیڈن)، آئیور جوہانسن (سوئیڈن) اور الیگزینڈر میڈویڈ (سوویت یونین)۔ تینوں نے تین تین ٹائٹل جیتے ہیں۔ ۱۳- روس کے الیگزینڈر میڈویڈ، انھوں نے سات مرتبہ عالمی چیمپیئن شپ جیتی۔ ۱۴- ۱۹۱۲ء کے اسٹاک ہوم اولمپک کھیلوں میں۔ مارٹن کلائن (ایسٹونیا) اور آرماس ایسیرکائنن (فن لینڈ) کے درمیان مڈل ویٹ کا مقابلہ ہوا جو گیارہ گھنٹے اور چالیس منٹ تک جاری رہا۔ ۱۵- امریکا کے ولیم کوب، جن کا وزن ۱۹۶۲ء میں آٹھ سو دو پونڈ تھا۔ ۱۶- ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک میں۔

۱۷- ہیلنسکی میں ۱۹۵۱ء میں۔ ۱۸- رستم زماں گاما پہلوان جنھوں نے لندن میں مشہورِ زمانہ زبسکو پہلوان کو ہرا کر ورلڈ چیمپیئن شپ جیتی تھی۔ اُن کے بھائی امام بخش بھی پاکستان کے بہت

بڑے پہلوان تھے۔ ۱۹۔ دین محمد نے ۱۹۵۴ء میں منیلا کے دوسرے ایشیائی کھیلوں میں یہ کارنامہ انجام دیا۔ ۲۰۔ پاکستان کے چند اچھے شوقیہ پہلوانوں کے نام یہ ہیں: نیاز محمد، محمد بشیر، سراج دین، محمد اختر، محمد سعید، فیض محمد، علاء الدین، عبدالرشید، محمد نذیر اور اکرام الٰہی۔ ۲۱۔ بھولو برادران، جن کے بھائیوں اسلم پہلوان، اکرم پہلوان، اعظم پہلوان اور گوگا پہلوان نے پہلوانی میں ساری دنیا میں نام پیدا کیا۔

یادداشت

مرسلہ: قرۃ العین عزیز، حیدرآباد

پرانے زمانے میں یونانی طالب علم امتحان کی غرض سے جب مطالعے میں مصروف ہوتے تو وہ اس دوران سر کے بالوں میں گلاب کے پھول کی قسم کا پودا ٹانک لیا کرتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا بلکہ پختہ عقیدہ تھا کہ اس طرح کرنے سے امتحان کے کمرے میں ان کی یادداشت بالکل تازہ رہتی ہے۔

سارے بچّوں کی پہلی پسند!

گارنٹی کے ساتھ پنسل کی نوک نہیں توڑتے

انڈس شارپنز

دل چسپ کہانیوں کی چھے نئی کتابیں

ہمدرد کتابیں

نردولی کا آدم خور

گھنے جنگلوں اور پہاڑوں کی خطرناک ڈھلانوں میں شکار کرنا، نڈر، ہوشیار اور بڑے تیز دماغ والے آدمی کا کام ہوتا ہے۔ اس کتاب کی چھے کہانیاں شکار اور مہم جوئی کے حیران کن واقعات سے پُر ہیں۔

سمندری طوفان اور تین لڑکے

کیا بچے سمندر کی طوفانی موجوں سے لڑ سکتے ہیں؟ جی ہاں، لڑ سکتے ہیں یقین نہ آئے تو اس کتاب کو پڑھ لیجیے۔ یہ کتاب چھے کہانیوں یعنی چھے موتیوں کی لڑی ہے۔ ہر کہانی دوسری سے دل چسپ اور حیرت انگیز ہے

ایک غوطہ خور کی آپ بیتی

بچو! اگر تم بہادر بننا چاہتے ہو اور شجاعت کے میدان میں جھنڈا گاڑنا چاہتے ہو تو اس کتاب کو پڑھو۔ پانچ کہانیاں ہیں اور ہر کہانی ایک سے ایک ولولہ انگیز اور مہم جوئی کے کارناموں سے پُر ہے۔

شہنشاہ نے کہا میں مُفلس ہوں

جو بچے گہری باتوں کے راز معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شہنشاہ کیوں مفلس تھا، پتھر نے کیسے گواہی دی اور ندامت کے آنسو کب نکلتے ہیں؟ وہ اس کتاب کی سات کہانیاں پڑھیں۔ دل چسپ کہانیاں جو زندگی کے رازوں سے پردہ اُٹھاتی ہیں۔

زیور

ایک بڑا ادیب بچپن میں کیسے مسجد کا قیدی بنا، ایک نیلی نیلی آنکھوں والی بہن، جان کی قربانی کی ایک خوب صورت کہانی اور لطیفوں کے بادشاہ مُلّا نصرالدین کے ساتھ ایک دن۔ صرف یہی نہیں ان کے علاوہ چار اور چٹپٹی اور مزے دار کہانیاں۔

غریب لکڑہارے کی کہانی

پیاری پیاری آٹھ کہانیاں۔ جو کہانی بھی آپ پڑھیں گے، آپ کا دل دھک دھک کرے گا کہ دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے۔ پوری کتاب پڑھے بغیر چھوڑنے کو دل نہ چاہے گا۔

ہر کتاب ۶۴ صفحے کی —— ہر کتاب کی قیمت چھے رُپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر، ناظم آباد، کراچی ۱۸

ہر اچھے بک اسٹال سے مل سکتی ہیں۔

درختوں کے پتے جھڑنا شروع ہو گئے تھے۔ رات کے وقت ہلکی ہلکی ٹھنڈک رہنے لگی تھی۔ سردیوں کی آمد آمد تھی۔ ننھی چڑیا نے سوچا کہ گرمیاں تو ہنس کھیل کر گزار لیں اب سردیوں کی کچھ فکر کرنی چاہیے۔ اگر گھونسلا نہ ہوا تو شدید سردی میں ٹھٹھر کر رہ جاؤں گی۔ آخر ایک روز اس نے گھونسلا بنانا شروع کیا۔ بے چاری چھوٹی سی تو تھی۔ گھونسلا بنانا کیا جانے۔ جو کچھ سن رکھا تھا اس کے مطابق اِدھر اُدھر سے دو چار تنکے جمع کیے اور ایک درخت کی شاخ پر پتّوں کے درمیان انھیں رکھ کر سوچنے لگی کہ اب کیا کروں؟ کس سے پوچھوں کہ ان تنکوں کو کیسے جوڑا جائے۔ اسی سوچ میں تھی کہ اتنے میں ایک ہُدہُد اسی درخت پر آ بیٹھا۔ سلام دعا کے بعد ہُدہُد کہنے لگا،

"کہو ننھی مُنّی، یہ تنکے کیوں لیے بیٹھی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں کہ ایک گھونسلا بنا لوں۔ سردیاں آ رہی ہیں۔ چند تنکے تو جمع کر لیے ہیں اب انھیں جوڑنے کی فکر ہے۔" ننھی چڑیا نے جواب دیا۔

اس کی بات سُن کر ہُدہُد قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا، "اری بے وقوف! بھلا تنکوں سے بھی کہیں گھونسلا بنا ہے۔ گھونسلا تو درخت کو کھود کر بنایا جاتا ہے۔"

چڑیا حیرت سے بولی، "درخت کو کھود کر! درخت کو کھود کر بھلا کیسے ؟"

"لو بھلا یہ کون سا مشکل کام ہے"۔ ہُدہُد نے کہا، اور یہ کہہ کر اس نے اپنی لمبی اور نوک دار چونچ درخت پر بار بار مارنی شروع کی۔ "کھٹ۔کھٹ۔کھٹ" اس کی تیز چونچ لگنے سے آواز پیدا ہوئی اور درخت سے لکڑی کا تھوڑا سا بُرادہ نکل آیا۔ درخت کے تنے پر چھوٹا سا گڑھا پڑ گیا تھا۔

"دیکھا اس طرح کھودتے رہنے سے بڑی سی کھوہ بن جاتی ہے۔

میں تو اسی طرح گھونسلا بناتا ہوں۔ ہم سارے ہُدہُد یہی کرتے ہیں۔ درخت کے تنوں کو کھود کر ان میں رہتے ہیں۔ تم بھی یہی کرو"۔ یہ کہہ کر ہُدہُد اُڑ گیا۔

ہُدہُد تو چلا گیا لیکن ننھی چڑیا کو پریشان کر گیا۔ وہ سوچنے لگی کہ اگر ہُدہُد کی بات مان لوں تو اس جیسی تیز چونچ کہاں سے لاؤں جس سے درخت کا تنا کھود ڈالوں۔ آخر اس نے سوچا کہ آزمانے میں ہرج کیا ہے اور اپنی چونچ درخت کے تنے پر مارنے لگی لیکن اس کی چھوٹی سی چونچ سے گڑھا تو کیا بنتا الٹی اس کی چونچ زخمی ہو گئی۔

"اب میں کیا کروں ؟" چڑیا نے اُداس ہو کر سوچا۔

اچانک اس کی نظر خرگوش پر پڑی جو درخت کے نیچے سے گزر رہا تھا۔

"بھائی خرگوش!" چڑیا نے اسے آواز دی۔

"کہو ننھی منّی کیا حال ہے ؟" خرگوش نے رُک کر اسے دیکھا اور بولا۔

"اچھے بھائی مجھے گھونسلا بنانا سکھا دو نا۔" چڑیا نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کہا۔

"گھونسلا ؟ بھلا میں گھونسلا بنانا کیا جانوں۔ ہم خرگوش تو زمین میں بل بنا کر رہتے ہیں"۔ خرگوش نے جواب دیا۔

"بِل بنا کر۔ زمین میں ؟" چڑیا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں ہاں، ہم اپنے پنجوں سے مٹی کھودتے ہیں اور جب کافی گہرا گڑھا بن جاتا ہے تو اس میں رہنے لگتے ہیں۔ تم بل کیوں نہیں بنا لیتیں ؟ اچھا اب میں چلوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔ ابھی مجھے رات کے کھانے کے لیے سبزیاں جمع کرنی ہیں۔ اللہ حافظ"۔

اس طرح خرگوش بھی چلا گیا اور ننھی چڑیا کو ایک نئی اُلجھن میں ڈال گیا۔ "اب میں کیا کروں،

بل کیسے بناؤں؟" وہ سوچنے لگی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے درخت سے اُتر کر اپنے چھوٹے چھوٹے کم زور پنجوں سے زمین کھودنی شروع کی۔ لیکن ان نازک پنجوں میں اتنی طاقت کہاں سے آتی کہ زمین کھود سکتے۔ چونچ کی طرح اس کے پنجے بھی زخمی ہو گئے۔

یہ دیکھ کر چڑیا رونے لگی۔ ایک تو چونچ اور پنجے دونوں زخمی ہو گئے تھے دوسرے اسے رہ رہ کر یہ خیال بھی آتا تھا کہ اگر گھونسلا نہ بن سکا تو میں سردیوں میں ٹھٹھر کر مر جاؤں گی۔ اتنے میں وہاں سے بھالو کا گزر ہوا۔ اسے روتا دیکھ کر بھالو ٹھیر گیا اور کہنے لگا، "کیا بات ہے ننھی منّی؟ کیوں رو رہی ہو؟"

چڑیا نے اسے ساری بات بتائی۔ ریچھ اس کی بات سن کر مسکرایا اور بولا، "دیکھو ننّھی مُنّی میں تمھیں ایک ایسی ترکیب بتاتا ہوں کہ تمھیں نہ گھونسلا بنانا پڑے گا اور نہ ہی بل۔"

"اچھا؟ ضرور بتائیے۔" چڑیا خوش ہو کر بولی۔

"تم ایسا کرو کہ میری طرح غار میں رہا کرو۔ نہ کھودنے کی مصیبت نہ بنانے کا غم۔ بس جاؤ اور رہنا شروع کرو۔ جنگل میں جو پہاڑ ہے اس میں بہت سارے غار ہیں چھوٹے بھی اور

بڑے بھی۔ تم ان میں سے کسی ایک میں کیوں نہیں چلی جاتیں؟ چلو اُٹھو شاباش اور رونا بند کرو۔"
یہ کہہ کر بھالو صاحب تو اپنی راہ چل دیے لیکن ننھی چڑیا کو ایک نئی پریشانی سے دوچار کر گئے۔

بے چاری چڑیا پہاڑ پر پہنچی۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک چھوٹا سا غار بھی تلاش کر لیا لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس میں بہت ساری چمگادڑیں رہتی تھیں۔ چڑیا نے سوچا کہ میں ایک کونے میں رہ لوں گی۔ لیکن جب وہ غار کے ایک کونے میں جا کر بیٹھی تو اسے احساس ہوا کہ غار کی زمین پتھریلی ہے اور اس میں پتھروں کی چھوٹی چھوٹی باریک اور تیز نوکیں نکلی ہوئی ہیں جو بیٹھنے پر چبھتی ہیں۔ تب اس نے سوچا کہ غار میں بھی تنکے جمع کر کے ایک چھوٹا سا گھونسلا جیسا تو بنانا ہی پڑے گا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ تنکے لاؤں یا نہیں کہ چمگادڑوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ بے چاری بڑی مشکل سے وہاں سے جان بچا کر بھاگی۔

آخر اسی درخت پر آ بیٹھی۔ اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور رات قریب تھی۔ اپنی بے بسی دیکھ چڑیا کا دل بھر آیا اور وہ زور زور سے رونے لگی۔ اس کی ننھی منّی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اتفاق سے اس وقت اس درخت کے نیچے سے حکیم ہمدرد گزر رہے تھے۔ چڑیا کی آنکھ سے نکلا ہوا ایک آنسو ان کے چہرے پر گرا۔ حکیم ہمدرد نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اوپر دیکھ کر بولے "ارے ننھی منّی، تم کیوں رو رہی ہو؟" یہ کہہ کر انھوں نے جو ہاتھ آگے بڑھایا تو ننھی چڑیا ان کی انگلی پر آ بیٹھی۔ حکیم ہمدرد جنگل میں ہی ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ وہ بہت ہمدرد اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ اکثر جنگل کے جانوروں کی مدد کرتے اور ان کا علاج کرتے۔ اسی لیے جنگل کے سب جانور ان سے مانوس تھے اور ان سے محبت کرتے تھے۔

حکیم ہمدرد کو دیکھ کر چڑیا اسی لیے فوراً ان کی انگلی پر جا بیٹھی اور ساری بات انھیں کہہ سنائی۔ حکیم صاحب نے اپنا بیگ زمین پر رکھ دیا اور چڑیا کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر انھوں نے اپنے بیگ سے دوا نکال کر چڑیا کے زخموں پر لگائی اور اسے اپنی ہتھیلی پر بٹھا کر بولے،

"ننھی منّی، میری باتیں غور سے سننا اور ہمیشہ یاد رکھنا۔ پہلی بات تو یہ کہ تمھیں اس دنیا میں مشورے دینے والے بہت ملیں گے جو بالکل مفت مشورہ دیں گے لیکن ان میں سے ہر ایک کی بات مان لینے سے نقصان ہی ہو گا۔ جو شخص ہر ایک کا مشورہ مان لیتا ہے وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ مشورہ دینے والے اپنے حالات کے مطابق تمھیں مشورہ دیں گے، جیسا کہ ہُد ہُد، خرگوش اور بھالو

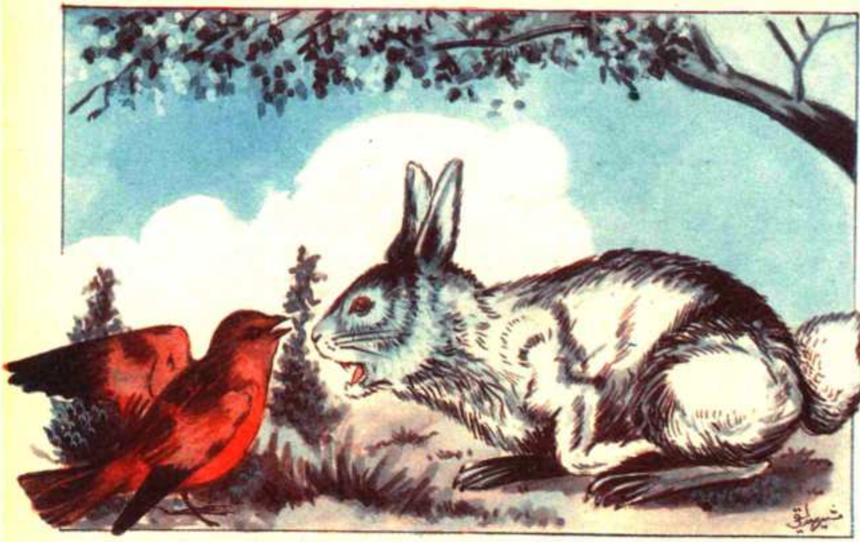

نے تمھیں دیا لیکن ان کے مشورے صحیح ہونے کے باوجود تمھارے لیے کسی کام کے نہیں تھے۔ ایک چڑیا ہُدہُد جیسے گھر میں یا بل میں یا غار میں نہیں رہ سکتی۔ اسے گھونسلے میں ہی رہنا پڑے گا۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جان دار کو جیسے ہاتھ پاؤں اور جیسا جسم دیا ہے ویسے ہی اس کے حالات بھی بنائے ہیں۔ ہُدہُد کو تیز نوک دار چونچ دی تو اسے درخت کھود کر گھر بنانا بھی سکھایا اور یہ کام کسی دوسرے کے بس کا نہیں۔"

چڑیا نے زور زور سے سر ہلا کر ہاں کہا اور بولی، "تو پھر اب میں کیا کروں؟"

حکیم ہمدرد نے کہا، "تم چوں چوں چڑیا کے پاس جاؤ۔ وہ تمھیں گھونسلا بنانا بھی سکھائے گی اور آج کی رات تمھیں اپنے گھونسلے میں سونے بھی دے گی، بلکہ کھانا بھی کھلائے گی۔ بہت اچھی ہے بے چاری۔"

چڑیا نے جواب دیا، "بہت اچھا میں ایسا ہی کروں گی اور بہت جلد گھونسلا بنانا سیکھ لوں گی۔ حکیم صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے میری مدد بھی کی اور مجھے کام کی بات بھی سکھائی۔ کہ ہر ایک کا مشورہ نہیں ماننا چاہیے۔ اچھا اب مجھے اجازت ہے؟" حکیم ہمدرد نے جواب دیا، "اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ" یہ کہہ کر چڑیا پھُرررررر سے اُڑ گئی اور حکیم ہمدرد بھی روانہ ہو گئے۔ چُوں چُوں چڑیا نے ننھی منّی چڑیا کو نہ صرف اپنے گھونسلے میں رکھا، اسے کھانا کھلایا بلکہ اسے گھونسلا بنانا بھی سکھا دیا۔ آج ننھی منّی چڑیا اپنے گھونسلے میں رہتی ہے اور اپنے بچوں کو یہ کہانی سناتی ہے۔

اقوامِ متحدہ کے ذیلی ادارے

		صدر مقام
(UNESCO)	یونائیٹڈ نیشنز ایجوکیشنل سائنٹفک اینڈ کلچرل آرگنائزیشن	(پیرس)
(IAEA)	انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی	(ویانا)
(FAO)	فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن	(روم)
(ILO)	انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن	(جنیوا)
(WHO)	ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن	(جنیوا)
(IMF)	انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ	(واشنگٹن ڈی سی)
(ICAO)	انٹرنیشنل سول ایوی ایشن آرگنائزیشن	(مانٹریال)
(UPU)	یونیورسل پوسٹل یونین	(برن)
(ITU)	انٹرنیشنل ٹیلی کمیونیکیشن یونین	(جنیوا)
(WMO)	ورلڈ میٹرولوجیکل آرگنائزیشن	(جنیوا)
(IFC)	انٹرنیشنل فنانس کارپوریشن	(واشنگٹن ڈی سی)
(IMCO)	انٹر گورنمنٹل میری ٹائم کنسلٹیٹیو آرگنائزیشن	(لندن)
(GATT)	جنرل ایگریمنٹ اون ٹیرف اینڈ ٹریڈ	(جنیوا)
(IBRD)	انٹرنیشنل بینک آف ری کنسٹرکشن اینڈ ڈیولپمنٹ (عالمی بینک)	(واشنگٹن ڈی سی)
(IDA)	انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ ایسوسی ایشن	(واشنگٹن ڈی سی)

□ □

ایک ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ یوں تو اللہ نے بادشاہ کو ہر چیز سے نواز رکھا تھا مگر وہ بہت بے وقوف تھا۔ ایک بار پڑوس کے ملک سے دو درزی بادشاہ کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ ہم آپ کو ایک حیرت انگیز لباس تیار کر کے دیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ حیرت انگیز سے کیا مطلب ہے تمھارا؟ درزیوں نے کہا، "بادشاہ سلامت! ہم آپ کو ایسا لباس تیار کر کے دیں گے جسے صرف عقل مند دیکھ سکیں گے۔ بے وقوف لوگ اسے نہیں دیکھ سکیں گے۔" بادشاہ خوب صورت کپڑوں کا شوقین تھا، وہ فوراً تیار ہوگیا۔ اس نے درزیوں کے لیے بہت بڑے کمرے کا انتظام کیا اور انھیں سونے کے دھاگے کے بہت سے گولے بھی فراہم کیے۔ چالاک درزیوں نے تمام دھاگا جنگل میں لے جا کر چھپا دیا اور خالی مشین چلانے لگے۔ سارا دن باہر مشین چلانے کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔ سب یہی سمجھے کہ درزی بہت محنت سے کام کر رہے ہیں۔ کئی روز گزر گئے۔ بادشاہ نے اپنے سپہ سالار کو بھیجا کہ جاؤ اور جا کر دیکھو کہ میرا حیرت انگیز لباس کس طرح تیار ہو رہا ہے۔

سپہ سالار درزیوں کے کمرے میں داخل ہُوا تو اس نے ان کو خالی قینچی اور مشین چلاتے دیکھا۔ وہ یہ

دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کسی کپڑے کا نام ونشان تک نہ تھا۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اسے درزیوں کی وہ بات یاد آگئی کہ ان کپڑوں کو صرف عقل مند دیکھ سکتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ اگر میں کہوں گا کہ مجھے لباس نظر نہیں آرہا ہے تو لوگ مجھے بے وقوف کہیں گے۔ اس نے درزیوں سے کہا، "بھئی تم تو بہت اچھے کپڑے سی رہے ہو، کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟" درزیوں نے اس سے سونے کے اور دھاگے طلب کیے جو انھیں فوراً دے دیے گئے۔ اب سپہ سالار نے بادشاہ کو جاکر بتایا کہ اس کے بہت شان دار کپڑے تیار ہو رہے ہیں۔

دوسری طرف بے چارے بادشاہ کی نیند اُڑ گئی تھی۔ وہ ہر وقت اپنے نئے لباس کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ بادشاہ نے اپنے وزیر کو بھیجا کہ تم دیکھ کر آؤ کہ میرے نئے کپڑے کس طرح تیار ہو رہے ہیں۔ وزیر درزیوں کے پاس گیا اور اس نے بھی وہاں پر کوئی کپڑا تو کیا سونے کا ایک تار بھی نہ دیکھا۔ لیکن اسے بھی درزیوں کی بات یاد آگئی۔ وہ فوراً بولا، "تم تو بہت اچھے کپڑے بُن رہے ہو۔ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟" درزیوں نے اس سے کچھ اور دھاگا طلب کیا، سو وہ انھیں دے دیا گیا۔ چالاک درزیوں نے اس کو بھی جنگل میں پہنچا دیا۔ وزیر بادشاہ کے پاس پہنچا اور اسے یقین دلایا کہ درزی تو واقعی ماہر ہیں اور وہ بڑے خوب صورت کپڑے سی رہے ہیں۔ آخر مُقرّرہ وقت آپہنچا۔ پورے ملک میں اعلان کرا دیا گیا کہ آج شام بادشاہ سلامت اپنے نئے کپڑوں میں ملک کی سیر کریں گے۔ صبح صبح بادشاہ درزیوں کے پاس پہنچا اور ان سے اپنے نئے کپڑے طلب کیے۔ ایک درزی خالی تھیلا اٹھائے ہوئے آیا۔ اس نے بادشاہ سلامت کے کپڑے اتروائے اور پھر بادشاہ کے آگے پیچھے خالی ہاتھ گھمانے شروع کر دیے۔ تھوڑی دیر یہ کھیل جاری رکھنے کے بعد بادشاہ سلامت سے کہا گیا: "اب آپ تیار ہیں۔"

بادشاہ کو تو کوئی کپڑا نظر نہ آیا، لیکن اُس نے بھی اپنی عقل مندی کا بھرم رکھتے ہوئے چالاک درزیوں کو بہت ساری دولت دی اور ان کی خوب تعریف کی۔ اس کے بعد درزیوں نے بادشاہ سے اجازت طلب کی اور اپنے ملک روانہ ہو گئے۔ شام کے وقت بادشاہ کے شہر میں آنے کا اعلان کیا گیا۔ آگے آگے فوجی بینڈ دُھنیں بجاتا چل رہا تھا اور اس کے اِردگِرد کئی محافظ تھے۔ اُن کے درمیان بادشاہ سلامت چل رہے تھے۔ جو بھی بے وقوف بادشاہ کو دیکھتا خوب ہنستا۔ آخر بادشاہ نے پورے شہر کا چکّر کاٹ لیا۔ سب کے سامنے اس کی بے عزّتی ہو چکی تھی۔ لیکن وہ کیا کرتا۔ کیا اپنے آپ کو بے وقوف کہلواتا؟

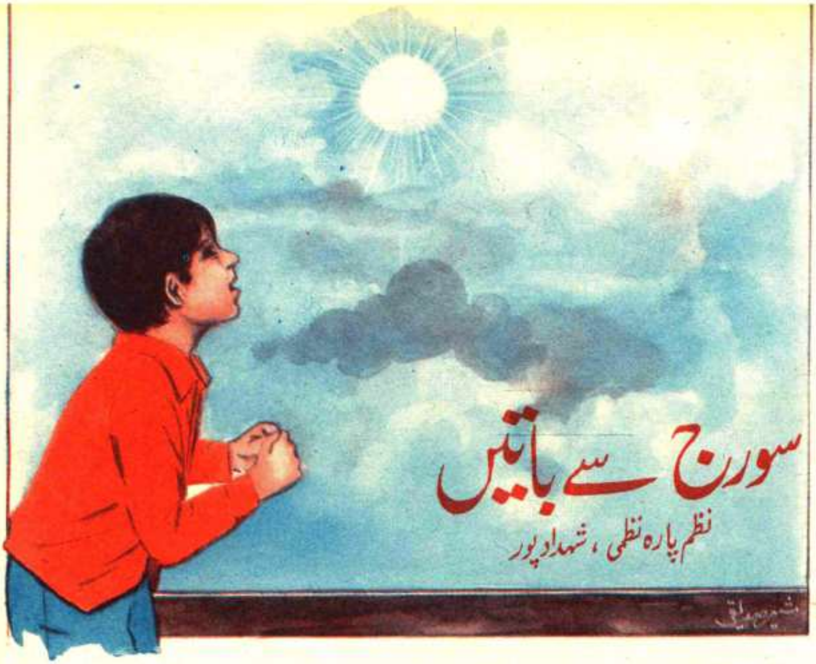

سورج سے باتیں

نظم پارہ نظمی، شہداد پور

"اپنا چہرہ تو دکھاؤ۔ ذرا تھوڑا سا مسکراؤ تو۔"

یہ اشعر تھا جو بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان کی طرف منھ کر کے سورج سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اسے شروع ہی سے روشن روشن سورج کی رنگ برنگی رقص کرتی ہوئی کرنیں بہت بھلی لگتی تھیں۔ اسے چمکیلی دھوپ بہت اچھی لگتی تھی۔ ابھی وہ سورج سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ سورج نے بھی اس کی بات سن لی۔ اس نے بادلوں کا گھونگھٹ اپنے چہرے سے ہٹا دیا۔ اشعر سورج کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا، "سورج بھائی، تم کتنے اچھے ہو۔ میرے کہنے سے آگئے۔"

سورج نے ناراض ہوتے ہوئے کہا، "ارے تم مجھے بھائی کیوں کہہ رہے ہو۔ تم مجھے بھائی نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ تم وقت کے پابند نہیں ہو۔"

اشعر نے حیران ہوتے ہوئے کہا، "ارے، آپ کو بھی یہ معلوم ہے کہ میں وقت کا پابند نہیں ہوں؟"

سورج اسے سمجھاتے ہوئے بولا، "دیکھو میں صبح صبح پابندی سے اٹھتا ہوں اور شام ہوتے ہی چلا جاتا ہوں۔ اگر میں یہ کام پابندی سے نہ کروں تو دنیا کا سارا انتظام گڑبڑ ہو جائے۔ تمھیں بھی چاہیے کہ تم میری پہلی کرن کے ساتھ اٹھ جایا کرو۔ اللہ کی عبادت کیا کرو، پھر ورزش کیا کرو، کیوں کہ یہ صحت کے لیے بہت

ضروری ہے۔ پھر تمھیں صبح اُٹھنے کا ایک یہ فائدہ بھی ہوگا کہ تم جلدی اسکول کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔ صبح ہی صبح پڑھنے کے بھی بہت سے فائدے ہیں۔ جو کچھ تم یاد کرو گے وہ ذہن نشین ہو جائے گا۔"

اشعر نے بات مانتے ہوئے کہا، "جی ہاں سورج بھائی، آپ نے صحیح کہا۔"

"اب دیکھو نا، میں پابندی سے آجاتا ہوں تو مجھ سے پودے وقت پر توانائی حاصل کر لیتے ہیں اور اس توانائی کو اپنے اندر جذب کر کے پھل تیار کرتے ہیں اور پھر پھولوں اور پھولوں میں رنگ بھی تو میری وجہ سے آتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کون سی کلاس میں پڑھتے ہو؟"

"میں آٹھویں کلاس میں پڑھتا ہوں۔"

"اچھا تب تو تم نے اپنی معاشرتی علوم کی کتاب میں میرے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہوگا۔"

"جی ہاں کیوں نہیں۔"

"کچھ یاد ہے؟"

"جی، وہ دراصل اس وقت میرے ذہن میں نہیں آرہا۔"

"اچھا تم شرمندہ نہ ہو۔ میں بتاتا ہوں لیکن میرا بتایا ہوا بھولنا نہیں۔"

"میرا اور دنیا کا فاصلہ نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ میری روشنی تم تک پہنچنے میں ساڑھے آٹھ منٹ لیتی ہے۔ تمھاری زمین میرے چاروں طرف گھومتی ہے، ارے شاید تم میرے لیکچر سے اکتا رہے ہو چلو میں تمھیں ایک مزے کی بات بتاتا ہوں۔

مجھ سے اور زمین سے جل کر کبھی کبھی میرے اور زمین کے درمیان چاند آجاتا ہے جس کو تم سورج گرہن کہتے ہو۔ اس وقت مجھے اتنا شدید غصہ آتا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص میری طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا اور اسے دیکھنا بھی نہیں چاہیے، کیوں کہ اگر کوئی دیکھے گا اس کی بینائی جانے کا اندیشہ رہے گا۔ ان جانے میں بہت سے لوگ نابینا ہو بھی گئے ہیں۔"

"سورج بھائی، آپ ہماری دنیا سے بہت دور ہیں۔ کبھی ہماری دنیا میں بھی تشریف لائیے۔ ہم آپ کو اپنی دنیا کی سیر کرائیں گے۔"

"تمھاری دنیا تو میں اوپر سے دیکھ ہی لیتا ہوں۔ اتنے لڑائی جھگڑے۔ اُف توبہ، توبہ، ویسے تمھاری دنیا ہے خوب صورت، مگر میں تو دور ہی ٹھیک ہوں۔ اگر میں زیادہ دور چلا جاؤں تو دنیا سرد اور تاریک ہو جائے اور اگر میں تمھاری دنیا کی سیر کے لیے آجاؤں تو ساری دنیا جل

کر خاک ہو جائے گی۔ ہاہاہاہا......"

سورج ابھی قہقہے لگا رہا تھا کہ بادل زور سے گرجے۔

"اوہو بھئی گھٹا صاحبہ نے تو ڈانٹنا شروع کر دیا۔ چلو میں چلتا ہوں لیکن جاتے جاتے میری تین باتیں غور سے سن لو، ویسے تو ابھی بہت سی باتیں ہیں مگر وقت کم ہے۔ تین باتوں کا خیال رکھو: وقت کی پابندی کرو۔ محنت سے پڑھو تاکہ میرے بارے میں ہی کیا ہر کسی کے بارے میں تمھاری معلومات وسیع ہوں۔ کبھی مغرب کی بُری رسمیں نہ اپناؤ کیوں کہ میں اُبھرتا تو مشرق سے ہوں لیکن مغرب کی طرف جاتا ہوں تو ڈوب جاتا ہوں۔

اچھا اب ایسا نہ ہو کہ گھٹا رونا شروع کر دے۔ مجھ سے اس کے آنسو نہیں دیکھے جاتے، اس لیے میں جا رہا ہوں۔ ہاں، یہ بات بھی یاد رکھنا کہ بارش بھی زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اللہ حافظ۔" جب بارش نے ٹپ ٹپ شروع کر دی تو اشعر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ سورج کی باتوں پر ضرور عمل کرے گا۔

آدابِ میزبانی

جس زمانے میں سر شاہ سلیمان (وائس چانسلر مسلم یونی ورسٹی) الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے۔ ایک صاحب کی معیت میں مجھے مرحوم کی کوٹھی پر رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا۔ رات کا کھانا سر شاہ کا باہر تھا۔ ہم سب کھا پی کر سو چکے تھے۔ وہ بارہ بجے رات کے بعد واپس آئے۔ میں نیم غنودگی کی حالت میں تھا۔ کچھ آہٹ ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سر شاہ پورے ڈنر سوٹ میں ملبوس ایک سینی میں کھانا لیے ہوئے شاگرد پیشہ کے کوارٹرس کی طرف جا رہے ہیں۔ صبح سویرے مجھے اس کی تلاش ہوئی کہ یہ معاملہ کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہمارے ساتھ جو نوکر تھا اس کو کھانا نہ ملا تھا۔ سر شاہ نے ڈنر سے واپس آنے پر دریافت کیا کہ مہمانوں کی مدارات میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ مہمانوں کا نوکر چوں کہ شہر چلا گیا تھا، اس لیے اس کو کھانا نہ مل سکا۔ چناں چہ بغیر کسی تامل کے سر شاہ نے یہ فریضہ پورا کیا۔ گھر میں کسی نے کہا کہ نوکروں میں سے کسی کو جگا کر کھانا بھیج دیا جائے تو نہ مانے اور کہا کہ نوکر دن بھر کے تھکے سو رہے ہیں۔ یہ کام مجھ ہی کو کرنا چاہیے۔ میں مہمان ہی کا میزبان نہیں ہوں، ان کے نوکروں کا بھی میزبان ہوں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی

دُشمن کا فریب

مقصود احمد ظفر

ایک بوڑھا سانپ جس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی تھی ایک جھیل کے کنارے آہستہ آہستہ آکر بیٹھ گیا۔ وہ بڑا پریشان اور غمگین دکھائی دے رہا تھا۔ مینڈکوں کے بادشاہ نے اُسے دیکھا تو پوچھا کہ تجھے کیا ہُوا؟ اتنا دل گیر کیوں ہے؟

سانپ نے جواب دیا، "بھائی تجھے کیا، میں اپنی پریشانی تجھے بتا نہیں سکتا۔" مینڈک نے کہا، "اگر تیری کوئی چیز جھیل میں گر پڑی ہے تو بتا۔ میں اپنے لشکر کو حکم دوں گا اور وہ تیری چیز کو ڈھونڈ لائیں گے۔"

سانپ نے کہا، "اے مینڈکوں کے بادشاہ! اس شہر کے سیٹھ کا ایک بہت خوب صورت لڑکا تھا۔ میں نے اسے ڈس لیا اور وہ مر گیا۔ سیٹھ نے اپنے بیٹے کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ میں اب گاؤں میں نہ رہوں گا۔ میرا ایک ہی لڑکا تھا۔ میرا اب اس بستی میں کون ہے؟ میں بن باس لے لوں گا۔ یہ کہہ کر وہ خوب دھاڑیں مار مار کر رویا۔ اے مینڈک! میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایک بزرگ مجھ سے یوں کہتے ہیں کہ تُو نے ہی اس سیٹھ کے لڑکے کو کاٹا ہے۔ قیامت کے دن تیری پیٹھ پر مینڈک سوار ہوں گے اور اللہ تجھے ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رکھے گا۔ اگر تُو اس عذاب سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے تو جھیل کے کنارے چلا جا۔ وہاں بہت سے مینڈک ہوں گے۔ ان کے بادشاہ سے کہنا کہ مجھ سے یہ گناہ سرزد ہُوا ہے اور اب اس کی سزا یہ ہے کہ تو اس کو گردن پر سوار کرا کے پھرائے۔"

مینڈکوں کا بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہُوا کہ اللہ نے مفت میں سواری عنایت کی۔ وہ اسی وقت سانپ کی گردن پر سوار ہو گیا اور کہنے لگا، "اے سانپ! فلاں جگہ میرا ایک دشمن رہتا ہے۔ مجھے وہاں تک لے چل تو میں اسے ہلاک کر دوں۔"

سانپ نے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں۔ جہاں کہے گا لے چلوں گا۔ یہ سُن کر مینڈکوں کا بادشاہ بہت خوش ہُوا اور حکم دیا کہ سب مینڈک جھیل سے باہر آجائیں اور میرے پیچھے پیچھے چلیں۔ سب مینڈک جھیل کو چھوڑ کر آگے بڑھنے لگے۔ جب سانپ نے دیکھا کہ اتنا آگے نکل آئے ہیں کہ اب مینڈکوں کا دوبارہ جھیل

تک جانا ممکن نہیں تو اس نے کسی بہانے سے اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا۔

مینڈکوں کے بادشاہ نے پوچھا کہ کیوں گر پڑے ہو؟ سانپ نے جواب دیا کہ تیرے لشکر کو دیکھ کر مجھے بھوک لگنے لگی ہے۔ میں نے بہت ضبط کیا مگر اب بھوک برداشت نہیں ہوتی۔ بادشاہ نے کہا،" تجھے اجازت ہے، میرے لشکر سے دو چار مینڈک کھالے۔" سانپ نے کہا" اے بادشاہ! لشکر کم ہوجائے گا۔" مینڈک بولا،" تیرے کھانے سے میری فوج کم نہیں ہوگی۔" چناں چہ سانپ نے مینڈک کھالیے اور پھر اس طرح ہر روز تین مینڈک کھانے لگا۔ تھوڑے دنوں میں سب کو نگل گیا۔ ایک روز سانپ نے پوچھا،" اے بادشاہ! آج میں کیا کھاؤں؟ سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔" مینڈک نے کہا،" کسی تالاب یا جھیل کے کنارے چل کر اپنا پیٹ بھر لے۔" تب سانپ کہنے لگا" اے بادشاہ! تیرے لشکر نے میرے پیٹ میں چھاؤنی بنا ڈالی ہے۔ بادشاہ کا اپنے لشکر سے جدا رہنا ٹھیک نہیں۔ اگر تو اپنی فوج کے پیچھے پیچھے خود بھی اس چھاؤنی میں داخل ہو تو بہت بہتر ہے۔" مینڈک سمجھ گیا کہ اس کی قضا آگئی۔ سانپ کے مقابلے میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ سانپ نے اپنی دم سے اپنے شہ سوار کو زمین پر پٹخ کر دم کے کئی کوڑے مارے اور کھا گیا۔

آنکھیں کھُلی رکھنا

معراج

ہر روز چھٹی کے بعد سَلمان اپنی گاڑی لے کر پل کے پاس کھڑا ہو جاتا۔ وہ بند کباب اور قہوہ بنا کر بیچتا تھا۔ دریائے دَجلہ کا پُل بہت پُر ہجوم جگہ ہے۔ سینکڑوں آنے جانے والے لوگ وہاں سے گزرتے ہیں۔ دَجلہ کا منظر ہی ایسا دِل فریب ہے۔ اُوپر سے گزرنے والی گاڑیاں، موٹریں اور سائکلیں۔ نیچے دریا میں ماہی گیروں کے ڈونگے (چھوٹی کشتیاں)، بادبانی کشتیاں اور لانچیں اتنا خوب صورت اور دِل فریب منظر پیش کرتی ہیں کہ ہر مسافر اور سیّاح دَجلے کے پُل کی سیر کے لیے ضرور آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں ٹھیلے والے اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سَلمان کی گاڑی کے لیے بھی ایک جگہ مخصوص تھی۔ عَبدُل، پولیس والا بھی پُل کے پاس ہی کھڑا رہتا یا آس پاس گھومتا رہتا تھا۔

عام پولیس والوں کی طرح عَبدُل بھی بہت موٹا اور توند والا شخص تھا۔ کبھی کبھی وہ سَلمان کے پاس آ کھڑا ہوتا اور دو تین بند کباب کھا کر قہوہ پیتا۔ پھر وہ قہقہہ لگا کر کہتا، "میں رٹائر ہونے کے بعد بند کباب اور قہوہ بیچا کروں گا اور بچّو، اپنا ٹھیلا تمھارے برابر ہی لگاؤں گا۔ لیکن بھئی سچّی بات تو یہ ہے کہ تمھارے بند کباب ہوتے ہیں بہت لذیذ۔ پورے شہر میں ان سے بہتر بند کباب نہیں مل سکتے۔"

پھر وہ چُسکیاں لے لے کر قہوہ پیتا اور ہر گھونٹ پر چٹخارا بھر کر کہتا، "واہ کیسا عمدہ قہوہ ہے!"

دل چسپ بات یہ ہے کہ سَلمان جو بہت لذیذ بند کباب بناتا تھا، اس نے کبھی اپنے بنائے ہوئے بند کباب کو چکھا تک نہیں تھا۔

دوپہر کے بعد اس کے بند کباب سب بِک جاتے اور شام تک قہوہ بھی ختم ہو جاتا۔

ایک دن سلمان کسی سوچ میں ڈوبا ہوا کھڑا تھا کہ وہاں عَبدُل پولیس والا آنکلا۔ وہ خلافِ معمول سلمان کو رنجیدہ اور خاموش دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اس نے پُوچھا، "کیوں میاں! کیا کسی سے لڑائی جھگڑا کر بیٹھے ہو؟ یا کوئی گاہک پیسے لے کر کھسک گیا ہے۔ اگر ایسا ہے

تو بتاؤ مجھے، میں ابھی اس کا پیچھا کر کے تمھاری کوڑی کوڑی نکلوالوں گا۔"

سلمان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پولیس والا بولا، "او ہو، معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ زیادہ ہی خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے۔"

سلمان آہستہ سے بولا، "بہت ہی زیادہ۔"

سپاہی گھبرا کر بولا، "ارے جلدی سے بولو کہ کیا مسئلہ ہے!" سلمان رُندھی ہوئی آواز میں بولا، "وہی ہوا جو پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ میں کلاس میں سو گیا تھا۔ استاد خیرالدین نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ انھوں نے دھمکی دی ہے کہ یا تو میں بند کباب بیچنا چھوڑ دوں یا پھر پڑھنا ترک کر دوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ اگر کمائی چھوڑوں تو پھر کھاؤں گا کہاں سے؟ اسکول کی فیس دینے کے لیے بھی تو رقم چاہیے۔ جب یہاں سے جاتا ہوں تو تھک کر چُور ہو جاتا ہوں اور اسکول کا کام کیے بغیر ہی سو جاتا ہوں۔"

عبدل پولیس والا افسوس سے سر ہلانے لگا۔ اس نے کہا، "غریب بچّے! اللہ تم رحم فرمائے۔ تم بہت محنتی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تمھاری مشکل ضرور دُور کرے گا۔"

سلمان نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔ تب عَبدُل پولیس والے نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا: "لاؤ بھئی جلدی سے دو تین بند کباب دو اور گرما گرم قہوہ بھی۔ میرے پیٹ میں اس وقت ہاتھی قلابازیاں کھا رہے ہیں۔"

سلمان نے جلدی جلدی دو بند کباب دیے۔ عبدل نے بائیں ہاتھ سے کبابوں کی رکابی پکڑی۔ سلمان حیران ہو کر بولا، "عبدل چچا! خیریت تو ہے؟ آج آپ نے بائیں ہاتھ سے رکابی کیوں پکڑی ہے؟"

عبدل بولا، "آج صبح میرے دائیں ہاتھ پر چوٹ آگئی تھی"۔ عبدل عربوں کے دستور کے مطابق ہر لقمے پر 'واللہ کیا خوب بنایا ہے۔ مزہ آگیا' اور اسی طرح کے تعریفی کلمات کہتا رہا۔ جب وہ کھا پی چکا تو اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا اور پھر سلمان سے بولا، "برخوردار! جب پیٹ بھرا ہوا ہو تو دماغ بھی صحیح کام کرتا ہے۔ مجھے ابھی ابھی ایک خیال سُوجھا ہے۔ اگر تم غور سے سُنو گے تو تمھیں ضرور فائدہ پہنچے گا۔"

سلمان نے کہا، "جی فرمائیے"۔

عبدل بولا، "سُنو، ہم ایک اسرائیلی جاسُوس کی تلاش میں ہیں۔ یہ شخص بہت ذہین، ہوشیار اور چالاک ہے۔ ہم نے کئی دفعہ اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ وہ ہمیں جُل

دے کر نکل گیا۔ وہ بغداد کے گلی کوچوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ جب ہم اس کا پیچھا کرتے ہیں تو وہ ان گلیوں میں نہ جانے کہاں گُم ہو جاتا ہے۔ حکومت نے اس جاسُوس کی گرفتاری پر بیس ہزار دینار کا انعام مقرر کیا ہے۔ جو شخص اس جاسوس کی گرفتاری میں مدد دے گا اسے اس انعام کی رقم کا کچھ حصّہ ملے گا۔

سلمان ہنس کر بولا، "واہ چچا عبدل! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ میں بھلا اس جاسُوس کو کیسے پکڑ سکتا ہُوں؟"

عبدل بولا، "تم کیوں نہیں پکڑ سکتے؟ کسی مجرم کو پکڑنے کے لیے طاقت وَر ہونا ضروری نہیں ہے۔ مجرم کو پکڑنے کے لیے ہوشیار اور سمجھ دار ہونا چاہیے۔ تم اپنی آنکھیں کُھلی رکھنا۔ قسمت ضرور تمھارا ساتھ دے گی۔" یہ کہہ کر عبدل، سلمان کے کچھ اور قریب آگیا اور بہت دھیمی آواز میں بولا، "میں تمھیں جاسوس کا حُلیہ بتاتا ہوں۔ یہ جاسوس عربوں سے مختلف نظر آتا ہے، اس کی آنکھیں اور سر کے بال بھُورے ہیں۔ وہ بند کباب بہت شوق سے کھاتا ہے اور قہوے کا بھی رَسیَا ہے۔ وہ آج کل پُل کے آس پاس ہی رہتا ہے۔"

ابھی عبدل کچھ اور تفصیل بتانے والا تھا کہ اس کی بات چیت کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ایک آگ بجھانے والا انجن اس طرف چلا آرہا تھا۔ عبدل کو انجن کے گزرنے کے لیے راستہ بنانا تھا۔ وہ سیٹیاں بجاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

سلمان سوچنے لگا کہ میں جاسوس کو گرفتار تو نہیں کر سکتا لیکن اسے پکڑنے میں عبدُل کی مدد کر سکتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ قسمت کی خوبی سے میں یہ کام کر دکھاؤں۔ چچا عبدل نے کہا تھا کہ آنکھیں کھلی رکھنا۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ہر آنے جانے والے کو غور سے دیکھتے رہو جو شخص مشتبہ نظر آئے اس پر نگاہ رکھو۔

ایک شخص کی آواز نے اسے چونکا دیا وہ کہہ رہا تھا، مجھے دو بند کباب اور ایک پیالی قہوہ دو۔ ذرا جلدی۔

جب وہ شخص کھاپی کر چلا گیا تو سلمان نے سوچا، "بھئی یہ کام میرے لیے مناسب نہیں۔ میں یہ بند کباب بیچوں گا یا چوروں ڈاکوؤں اور جاسُوسوں کو پکڑوں گا؟ کل اسکول بھی جانا ہے۔ وہاں اُستاد خیرالدین کام نہ کرنے پر پھر ڈانٹ ڈپٹ کریں گے۔ ممکن ہے کہ اسکول سے

نکال ہی دیں۔" اتنے میں کسی نے زمین پر زور سے پاؤں مارا۔ سلمان چونک پڑا۔
عبدل اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ بولا، "کہو دوست کیا حال ہے؟ کچھ کامیابی ہوئی؟"

سلمان جھنجھلا کر بولا، "چچا عبدل، یہ کام کوئی اور لڑکا تو کر سکتا ہے لیکن میں ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔ جانتے ہو کل پھر استاد حسن مجھے مرغا بنا دیں گے، میں نے اسکول کا کام آج پھر نہیں کیا ہے۔"

عبدل نے کہا کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن میں تمھارے لیے اور کر بھی کیا سکتا ہوں؟ جب وہ واپس جانے کے لیے مُڑا تو اس نے بھاری آواز میں ایک دفعہ پھر کہا، "آنکھیں کھُلی رکھنا۔"

دن یونہی گزرتے چلے گئے۔ ہر روز عبدل پولیس والا قہوہ پینے کے لیے آتا اور ہر دفعہ سلمان سے کہتا تھا، "آنکھیں کھلی رکھنا۔" پھر آہستہ آہستہ یہ کہنا بھی چھوڑ دیا۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ سلمان کو یہ بتا کر حماقت ہی کی ہے۔

ایک دن سلمان اپنے کام میں معروف تھا کہ ایک شخص نے کہا، "دو بند کباب اور ایک کپ گرم گرم قہوہ دینا۔"

سلمان نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ شخص لمبا اور دبلا پتلا تھا۔ اس کی آنکھیں اور سر کے بال بھُورے رنگ کے تھے۔ سلمان کو محسوس ہوا کہ یہ شخص چہرے مہرے سے ہرگز عرب نظر نہیں آتا، لیکن ایک بات اسے کھٹک رہی تھی۔ وہ یہ کہ یہ شخص دن دہاڑے بازاروں میں گھومتا پھر رہا ہے۔ حالانکہ جاسوس اور اس قسم کے دوسرے لوگ چُھپ چُھپا کر رات کے اندھیرے میں نکلتے ہیں۔

سلمان نے دو کباب تلے۔ انھیں بند کے اندر رکھ کر گرم توے پر اچھّی طرح سینکا اور پھر اس شخص کے حوالے کر دیے۔ وہ شخص بے فکری سے کباب کھانے لگا۔ پھر اس نے قہوہ کی پیالی لی اور چسکیاں لے لے کر پینے لگا۔ اب تو سلمان پہچان گیا اور خوب اچھّی طرح پہچان گیا کہ یہی شخص اسرائیلی جاسوس ہے۔ سلمان نے ایک اور کباب پلیٹ میں رکھ کر دیا اور بولا، "یہ اور لیجیے میری طرف سے۔"

وہ شخص کباب لینے کے لیے جُھکا۔ سلمان بولا،" اس میں کچھ مرچ مسالا بھی ڈال دوں؟"
یہ کہہ کر سلمان نے مرچوں کا ڈبّا اُٹھایا اور اس شخص کی آنکھوں میں مرچیں جھونک دیں۔
وہ چیختا چلّاتا ہوا دوڑا۔ سلمان نے شور مچا دیا،" لینا، پکڑنا، جانے نہ پائے، یہ اسرائیلی جاسوس ہے۔" جاسوس نے جیب سے پستول نکالا اور دو تین ہوائی فائر کیے۔ بازار میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس وقت نہ جانے کہاں سے عبدل بھاگتا ہوا آیا۔ اس نے جاسوس کے پستول والے ہاتھ پر ڈنڈا مارا۔ اس کے ہاتھ سے پستول چُھوٹ کر دور جا گرا۔ عبدل نے پُھرتی سے اس کا ہاتھ مروڑ کر ہتھکڑی پہنا دی۔ وہ مزاحمت بھی نہ کر سکا۔ اس کی آنکھوں میں اتنی شدید جلن تھی کہ وہ بالکل اندھا بن کر رہ گیا تھا۔

سلمان کی عقل مندی اور ہوشیاری کے بہت چرچے ہوئے۔ ہر اخبار میں سُلمان اور عبدُل کی تصویریں چھپیں۔ ایک ہفتے تک اسرائیلی جاسوس کے پکڑے جانے کا واقعہ اخبارات کی زینت بنا رہا۔

سلمان کے اُستادوں نے بھی اسے بہت بہت شاباش دی۔ سلمان بہت عاجزی سے کہتا،" یہ سب قسمت کی مہربانی ہے، ورنہ بندہ کس قابل ہے۔"

اس واقعے کے دس بارہ دن بعد، ایک دن عبدل اس کے مکان پر پہنچا اور اسے انعام دینے کی خوش خبری سُنائی۔ سلمان نے کہا،" چچا عبدل، آپ نے بہت بہادری دکھائی کہ اس جاسوس کو پکڑا۔ حال آں کہ آپ کا ایک ہاتھ زخمی تھا۔"

عبدل بولا،" یہ سب کچھ تمھاری بدولت ہی ہو سکا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے جاسوس کو کیسے پہچانا؟ اس حلیے کے بہت سے آدمی پُل پر سے گزرتے ہیں؟"

تب سلمان ہنس کر بولا،" آپ ہی نے تو کہا تھا کہ آنکھیں کُھلی رکھنا۔ یعنی ہر شخص کا غور سے مشاہدہ کرنا۔ بس اسی وجہ سے میں نے جاسوس کو پہچان لیا۔"

عبدل سر کُھجا کر بولا،" بھئی میں تمھاری بات بالکل نہیں سمجھا۔"

سلمان مُسکرا کر بولا،" آپ نے جاسوس کا حلیہ تو مجھے بتا ہی دیا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مجھے اس پر کچھ شبہ ہوا تھا، لیکن اس کی حرکتوں نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ ہم عرب کے لوگ دائیں ہاتھ سے ہر چیز کو لیتے ہیں، پھر دائیں ہاتھ سے ہم کھانا شروع کرتے ہیں اور کھانے سے

پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ عرب لوگ کھانا کھاتے وقت چٹخارے لے لے کر تعریف بھی کرتے جاتے ہیں۔ اس اسرائیلی جاسوس نے بائیں ہاتھ سے پلیٹ پکڑی۔ کھاتے وقت نہ تو بسم اللہ پڑھی اور نہ کھانے کی تعریف کی۔ بس یہ وجہ تھی کہ چور پکڑا گیا۔"

عبدل نے قہقہہ لگا کر کہا، "خوب بھئی خوب۔ اچھا تو پھر پلاؤ ایک پیالی گرم گرم قہوے کی۔"

○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○

بربطی چڑیا

یہ اوسٹریلیا کا ایک پرندہ ہے۔ اس کا نام بربطی اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی مُڑی ہوئی دُم قدیم یونانی موسیقی کے آلے بربط سے بڑی حد تک ملتی ہے۔ اس پرندے میں آواز کی نقل اتارنے کی بڑی صلاحیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بربطی چڑیا، الفاظ محاوروں اور موسیقی کے ٹکڑوں کی نقل اتارنے کے علاوہ کلہاڑی سے کٹ کر گرتے ہوئے درخت کی آواز، گاڑی کے انجن کا دھواں نکلنے کی آواز کی نقل بھی ہو بہو اُتار لیتی ہے۔

بربطی چڑیا کے انڈے دینے کا زمانہ مئی سے ستمبر تک ہے یہ صرف ایک انڈا دیتی ہے۔ اس کا رنگ سرخی مائل کتھئی ہوتا ہے۔

مرسلہ: سلطان صلاح الدین عباسی، بیراج کالونی، سکھر

○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○

درخت، عورت اور رونا

اوسٹریلیا کے ساحل سمندر سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جس میں سے کسی عورت کے رونے کی آواز آتی ہے۔ اس درخت کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور کوئی شخص ادھر سے گزرتا ہے تو اسے عورت کے رونے کی آواز آتی ہے، جسے سن کر وہ درخت کی شاخوں کے نیچے آجاتا ہے۔ درخت کی شاخیں آناً فاناً اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ کچھ دیر بعد درخت اس شخص کی ہڈیاں پھینک دیتا ہے اور اس میں سے پھر عورت کے رونے کی آوازیں نکلتی ہیں۔

مرسلہ: فیصل عباس، سمہ سٹہ

ہمدرد انسائکلو پیڈیا

علی ناصر زیدی

س : فوٹو اسٹیٹ مشین کس طرح کام کرتی ہے ؟

ندیم احمد کھوکھر ، واہ کینٹ

ج : فوٹو اسٹیٹ مشین میں تیز روشنی گزارنے کا انتظام ہوتا ہے۔ جب آپ کسی تحریر کی تصویر لیتے ہیں تو اُسے اندر رکھ کر تیز روشنی ڈالتے ہیں جو اُس تحریر کا عکس خاص طرز کے ایک کاغذ پر ڈالتی ہے یہ کاغذ دیکھنے میں تو سادہ ہوتا ہے لیکن اس پر ایسا مسالا لگا ہوتا ہے کہ وہ روشنی کے اثر کو قبول کرتے ہوئے اس تحریر کی تصویر پیش کر دیتا ہے ، بالکل اُسی طرح جیسے ہم کیمرے اور فلم کے ذریعہ سے تصویر اُتارتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ فلم کو دھونا اور پرنٹ کرنا پڑتا ہے جب کہ یہ کاغذ اُسی وقت عکس پیش کر دیتا ہے۔

س : انسائکلوپیڈیا سے کیا مُراد ہے ؟ یہ کس چیز کو کہتے ہیں ؟

راشدہ شمس ، کراچی

ج : آپ اپنے سوالات کے جواب "ہمدرد انسائکلوپیڈیا" کے تحت پڑھتے ہیں۔ انسائکلوپیڈیا ایسی کتاب یا کتابوں کے ایسے سلسلے کو کہتے ہیں جس میں ساری دنیا کی چیزوں کا ذکر ہو اور ان کی تفصیل بتائی گئی ہو۔ آسانی کے لیے تمام چیزوں اور الفاظ کو حروفِ تہجّی کے اعتبار سے ترتیب دے لیا جاتا ہے تاکہ جب آپ کوئی لفظ، اس کے معنی یا کسی چیز کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں تو انسائکلوپیڈیا میں دیکھ لیں ، بالکل اُسی طرح جیسے آپ ڈکشنری (لُغت) دیکھتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ڈکشنری میں ہر لفظ کے معنی مختصر طور پر دیے ہوتے ہیں اور انسائکلوپیڈیا میں ان سے متعلق مکمّل تفصیل درج ہوتی ہے۔ اب طرح طرح کے انسائکلوپیڈیا شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن مشہور اور مستند انسائکلوپیڈیا کا نام انسائکلوپیڈیا برٹینیکا ہے جو بہت سی جلدوں پر مشتمل ہے۔

س : نیوٹران کسے کہتے ہیں ؟

مزمل امیر علی ، کراچی

ج : انگریزی زبان کا ایک لفظ ہے ، نیوٹرل (NEUTRAL) اس کا مطلب ہوتا ہے ، "غیر جانب دار"۔ بجلی میں ہم چند بنیادی ذرّات یا چارج سے کام لیتے ہیں جو ہر ایٹم کا حصّہ ہوتے ہیں۔ مثلاً دنیا کا سب سے سادہ ایٹم ہائیڈروجن کا ہے جس کا ایک مرکزی حصّہ ہوتا ہے۔ اس پر ایک نہایت مختصر مثبت چارج ہوتا ہے جسے "پروٹون" کہتے ہیں اور اس مثبت چارج کو بے اثر

کرنے کے لیے اس کے چاروں طرف اُتنا ہی ایک منفی چارج گھومتا رہتا ہے جسے "الیکٹرون" کہتے ہیں، لیکن ہم جیسے جیسے بھاری اور زیادہ پیچیدہ ایٹموں کی طرف آتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ اُن میں اِن پروٹون اور الیکٹرون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، بلکہ ان کے مرکزوں پر ایک اور بنیادی ذرّہ شامل ہوتا جاتا ہے جسے نیوٹرون کہتے ہیں۔ اسے نیوٹرون اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر نہ مثبت چارج ہوتا ہے اور نہ منفی۔ پس نیوٹرون وہ بنیادی ذرّہ ہے جو بہت ہی مختصر ہوتا ہے اور اُس پر نہ مثبت چارج ہوتا ہے اور نہ منفی۔

س: ایرکنڈیشنر سے ٹھنڈی ہوا کس طرح نکلتی ہے؟ شازیہ صابر، لاہور

ج: ایرکنڈیشنر میں اندر نالیاں ہوتی ہیں جن میں ایک ٹھنڈی گیس نیون رواں رہتی ہے۔ کمرے میں ہوا کا دہرا بند دبست ہوتا ہے، یعنی اندر کی ہوا بھی ایرکنڈیشنر میں داخل ہو کر اور ٹھنڈی ہو کر (کیوں کہ وہ ان ٹھنڈی نالیوں کو چھُو کر آتی ہے) پھر کمرے میں آجاتی ہے اور اگر آپ چاہیں تو باہر کی ہوا بھی اندر آ کر ان ٹھنڈی نالیوں پر سے گزرتی ہوئی کمرے میں داخل ہو جاتی ہے۔ ہر صورت میں کمرے کی گرم ہوا کی جگہ ٹھنڈی ہوا لیتی رہتی ہے اور کمرا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ ہوا کو کھینچنے اور باہر پھینکنے کے لیے الگ آلے استعمال کیے جاتے ہیں، جن میں کمپریسر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

س: پیاز کاٹنے سے آنکھوں سے پانی کیوں نکلتا ہے اور کیا وہ آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے؟ عظمیٰ فاطمہ، کراچی

ج: پیاز کا پانی ایک طرح کا تُرشہ ہوتا ہے جسے ہماری آنکھیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ جب ہم پیاز کاٹتے ہیں تو اس پانی یا تُرشے کی چھینٹیں ہماری آنکھوں میں پڑ جاتی ہیں اور ان کی تیزی کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے پانی نکل آتا ہے۔ یہ تُرشہ تھوڑی مقدار میں تو ہماری آنکھوں کے لیے مُضر نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اگر وہ مستقل طور پر پڑتا رہے تو ہماری آنکھوں کو نقصان پہنچائے گا۔

س: توانائی کیا چیز ہے؟ اس سے ہم کو کس طرح فائدہ پہنچتا ہے؟ محمد عمران سعید، کراچی

ج: توانائی ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے تو ہماری جسمانی توانائی ہمارے کام آتی ہے، یعنی کام کرنے کی صلاحیت۔ ہم توانائی کے بَل بُوتے پر ہی دن بھر محنت کرتے ہیں، چلتے ہیں، پھرتے ہیں، بھاگتے دوڑتے ہیں۔ اور مزدور بے چارے تو بہت محنت کے کام کرتے ہیں۔

جن کاموں کے لیے ہماری جسمانی توانائی کافی نہیں ہوتی ان کے لیے ہم طرح طرح کی مشینیں استعمال کرتے ہیں۔ توانائی کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ میکانی توانائی ہمیں مشینوں سے حاصل ہوتی ہے۔ حرارت بھی ایک طرح کی توانائی ہے۔ ہم غذا کھا کر اپنے جسم میں حرارت حاصل کرتے ہیں اور وہ ہمیں توانائی بخشتی ہے۔ برقی توانائی ہمارے بہت سے کام کرتی ہے۔ اب ایٹمی توانائی کا دور ہے یعنی وہ توانائی جو ہم ایٹم کو توڑ کر حاصل کرتے ہیں۔ وہ زراعت، صنعت و حرفت، بجلی بنانے، غذا محفوظ رکھنے، صحت اور طب و جراحی وغیرہ میں بھی ہمارے کام آرہی ہے۔

س: دنیا میں کُل کتنے ممالک ہیں اور اسلامی ممالک کی تعداد کیا ہے؟

سیما اسمٰعیل، جمیلہ اسمٰعیل، کراچی

ج: آپ کے سوال کا جواب دنیا کے ایک بڑے رنگین نقشے کے بغیر نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا آپ کسی اٹلس کو کھول کر یا تو دنیا کے نقشے پر سیاسی تقسیم دیکھ لیجیے یا ہر برِاعظم کا نقشہ الگ الگ سامنے رکھ کر اس کی سیاسی تقسیم اور ملکوں کے نام پڑھ لیجیے۔ جہاں تک اسلامی ممالک کا تعلق ہے، وہ بھی بکھرے ہوئے ہیں۔ کچھ ایشیا میں ہیں، کچھ افریقہ میں۔ مشہور اسلامی ممالک یہ ہیں: انڈونیشیا، پاکستان، بنگلہ دیش، ہندستان کی کچھ آبادی، سعودی عرب، عرب امارات کی ریاستیں، یمن، مصر، الجزائر، لیبیا، نائیجیریا وغیرہ۔

س: زمین کی کششِ ثقل کی کیا وجہ ہے؟ وہ کون سے عناصر ہیں جن کے سبب کششِ ثقل پیدا ہوتی ہے؟

غلام مصطفےٰ راجپوت، شاہ پور چاکر

ج: کششِ ثقل صرف ہماری زمین تک ہی محدود نہیں، بلکہ یہ ایک کائناتی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع کائنات میں ہر ستارہ، ہر سیّارہ اور وہ تمام اجسام جو ہم رات کو آسمان پر دیکھتے ہیں، ایسی کشش کی بنا پر اپنے اپنے راستے پر چل رہے ہیں۔ ہماری زمین تو بہت چھوٹا سا سیّارہ ہے جو سورج کی زبردست کشش کے سہارے اس کے چاروں طرف گھوم رہی ہے۔ اس کے علاوہ زمین کی اپنی کشش بھی ہے جس کے ذریعے سے وہ چاند کو اپنے چاروں طرف گھماتی رہتی ہے اور ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم کوئی چیز اوپر اُچھالتے ہیں تو وہ کچھ اوپر جا کر زمین پر واپس آگرتی ہے۔ اسی کو کششِ ثقل کہتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی قوت ہے۔ کوئی جسم جتنا زیادہ بڑا ہوگا اس کی کشش بھی اُتنی ہی زیادہ ہوگی۔

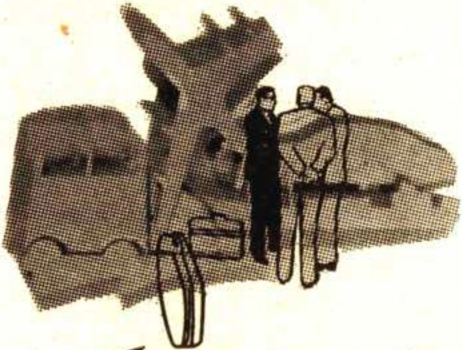

سفر میں کارمینا ساتھ رکھیے

سفر مختصر ہو یا طویل سفر کی تکان، آب و ہوا
اور کھانے پینے کے معمول میں تبدیلی عموماً
نظامِ ہضم کو متاثر کرتی ہیں۔
دورانِ سفر اپنی غذا کا خاص خیال رکھیے۔
اناپ شناپ اور مرغّن مسالے دار
اشیائے خوردنی سے پرہیز کیجیے۔
بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن
اور تیزابیت وغیرہ کی صورت میں
کارمینا استعمال کیجیے۔

کارمینا

نظامِ ہضم کو بیدار کرتی ہے، معدے
اور آنتوں کے افعال کو منظم و درست کرتی ہے

کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق

دیانت داری خود اعتمادی پیدا کرتی ہے

Adarts CAR-2/82

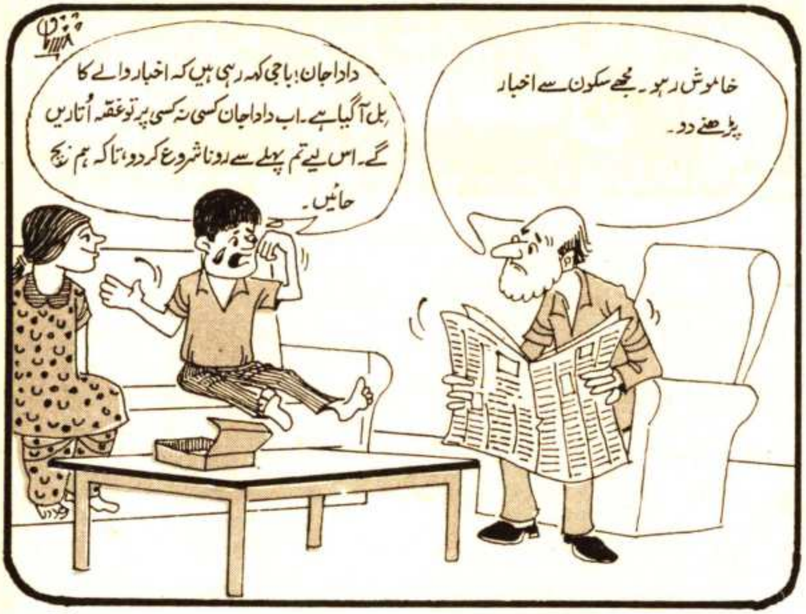

داداجان! باجی کہہ رہی ہیں کہ اخبار والے کا بل آگیا ہے۔ اب داداجان کسی نہ کسی پر تو غصہ اُتاریں گے۔ اس لیے تم پہلے سے رونا شروع کر دو، تاکہ ہم بچ جائیں۔
خاموش رہو۔ مجھے سکون سے اخبار پڑھنے دو۔

راشد! مجھے تمھارے اس بھائی سے ملنے کی بڑی خواہش ہے جس نے دن میں چار مرتبہ لباس تبدیل کر کے میرے دن میں دو مرتبہ لباس تبدیل کرنے کا رِکارڈ توڑ دیا ہے۔
تمھارا رِکارڈ توڑنے والا میرا مُنّا بھائی یہی تو ہے۔

اخبارِ نونہال

۱۴ میٹر بلند کیک کے اندر شادی

پُرتگال کے شہر مُویُولی میں ایک جوڑے نے عجیب و غریب اور دِل چسپ انداز میں اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا اور اپنی شادی کی تقریب چرچ کی شکل میں بنائے گئے ایک بلند و بالا کیک میں منعقد کی۔ یہ ۱۴ میٹر بلند کیک دلھن کے والد نے تیّار کیا تھا جو ایک لگژری ہوٹل میں چیف پیسٹری کُک ہے۔ سینکڑوں سیاحوں اور عام لوگوں نے شہر کے ایک چوک میں چار منزلہ عمارت کے برابر بلند کیک میں منعقد ہونے والی ماریا ڈانسیکا ئیو ریویز اور دولھا مائیکل جواپیڈرو گوئیر یرو ریموس کی شادی کی تقریب دِل چسپی کے ساتھ دیکھی۔ شادی کا یہ کیک ایک ماہ کے عرصے میں تیار ہوا۔ اس کی تیاری میں ۱۲ ہزار انڈے، ۲ ٹن شکر، ایک ٹن میدہ، نصف ٹن مارجرین، تین سو کلو پھل اور ۵۵۰ کلو میوہ جات اور سو لیٹر شراب اور دو سو گیلن لیموں کا رس استعمال ہوا تھا۔

مرسلہ: فریال بانو، کورنگی، کراچی

سمندری چٹان پر معلّق کشتی

یہ ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ چین کے مَلّاح ایک کشتی سمندر کی طرف لے جا رہے تھے۔ دریا کا پانی بہت چڑھا ہوا تھا۔ جب وہ سمندری بندرگاہ 'ایمائے' کے نواح میں پہنچے تو دریا کا پانی یک دم ۲۰ فیٹ اتر گیا اور ایک چٹان ننگی ہونے پر کشتی اس کے عین اوپر اٹک کر معلّق ہو گئی۔ اس کشتی کے باقیات یادگار کے طور پر ابھی تک وہاں موجود ہیں۔

مرسلہ: عابدہ صبا نُور، کراچی

غارِ مریَم

جرمنی میں ایک غار کی دیوار سے روشنی کی شعاعیں اس انداز سے نکلتی ہیں کہ دیوار پر ایک عورت اور اُس کے بچّے کی شبیہ بن جاتی ہے۔ اس تصویر کو وہ بی بی مریَم سے منسوب کرتے ہیں۔

مرسلہ: عامر محی الدین، کراچی

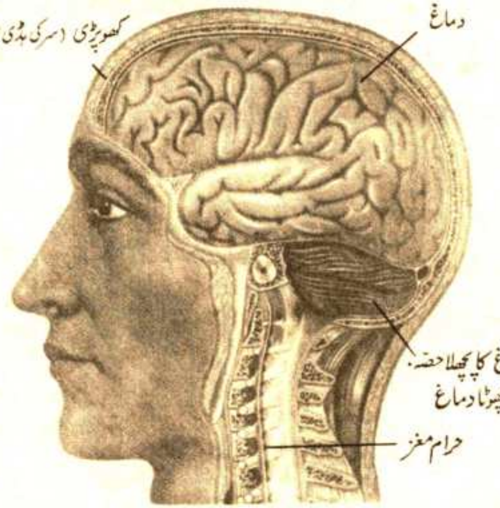

میں آپ کا دماغ ہوں

ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

آپ نے دنیا کے سات عجائبات کا نام ضرور سُنا ہوگا۔ میں دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوں۔ بلکہ یوں سمجھیے کہ میرے مقابلے میں دنیا کے باقی ساتوں عجائبات کی اہمیت صِفَر کے برابر ہے۔ میں جیلی کی طرح لُجلجے بھورے اور سفید ذرّات سے بنا ہُوا ایک اعشاریہ تین چھے کلوگرام وزن کا چھوٹا سا حصہ ہوں۔ میری بناوٹ دنیا کی جدید ترین مشینوں کی بناوَٹ سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ میری بناوٹ میں کروڑوں باریک باریک خلیّات نے حصّہ لیا ہے۔ دنیا کا کوئی کمپیوٹر ایسا نہیں ہے جو میری طرح قِسم قِسم کے کام کر سکے۔ کیا آپ نے اب تک نہیں پہچانا؟ میں آپ کے جسم کا ایک اہم حصّہ یعنی دِمَاغ ہُوں۔

شاید میں کچھ غلط کہہ گیا ہُوں۔ میں آپ کے جسم کا صِرف ایک حصّہ نہیں بلکہ میں ہی سب کچھ ہُوں۔ میں ہی آپ کے ارادوں، آپ کے کاموں اور آپ کی ساری صلاحیتوں کا مالِک ہوں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کانوں سے سُنتے ہیں، زبان سے چکھتے ہیں اور انگلیوں سے کسی چیز کو چھُو کر اس کا احساس کرتے ہیں۔ لیکن آپ کو شاید معلوم نہیں کہ یہ ساری باتیں میرے ہی اشارے پر عمل میں آتی ہیں۔ آنکھ، کان، زبان اور انگلیاں تو صرف واسطے اور وَسیلے

ہیں جن کا کام میرے حکم پر عمل کرنا ہے۔ اگر آپ انسانی جسم کو ایک مُلک مان لیں تو میں اس ملک کا بادشاہ ہوں اور دوسرے عہدے داروں سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتا ہوں۔

میں کام کرنے سے کبھی نہیں گھبراتا اور نہ میرا کام کبھی بند ہوتا ہے۔ اس وقت بھی جب آپ دن بھر کام کرنے کے بعد تھک ہار کر، نیند کی آغوش میں آرام کرتے رہتے ہیں، میں ایک ایسے مشینی نظام کو کنٹرول کرتا رہتا ہوں جو دنیا کے سارے ٹیلے فون ایکسچینجوں کی لائنوں سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ باہری دنیا سے اطلاعات اور خیالات کا جو سیلاب ہر لمحے آپ کے ذہن کی طرف بڑھتا رہتا ہے، وہ آپ کے ذہن کی دیواروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے لیے کافی ہے، لیکن میں ایسا نہیں ہونے دیتا۔ میں اہم واقعات کا انتخاب کرتا ہُوں اور اس طرح آپ کو غیر ضروری باتوں کے بارے میں نہیں سوچنے دیتا۔

اگر آپ بیک وقت ریڈیو بھی سُننا چاہیں اور کسی کتاب کا مطالعہ بھی جاری رکھنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے۔ ایک وقت میں انسان اپنی پوری توجّہ کسی ایک ہی سمت مبذول کر سکتا ہے۔ کسی دلچسپ ناول کا مطالعہ کرتے وقت آپ ریڈیو پر بجنے والی بہترین موسیقی پر دھیان نہیں دے پاتے اور پروگرام ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ میں ہی اس کا سبب ہُوں۔ میں آپ کو ایک وقت میں صرف ایک ہی کام کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ وہی کام جو زیادہ ضروری یا پھر زیادہ پسندیدہ ہو۔

اگر خدا نخواستہ آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو میں فوراً آپ کی حفاظت کے لیے آگے بڑھتا ہوں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کسی پہاڑی پر سے پھسل جائیں تو میں فوراً آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ دوبارہ اپنا توازن کس طرح قائم کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو یہ ہدایت دیتا ہوں کہ آپ کسی اُبھری ہوئی چٹان کا سہارا لے کر خود کو بچائیں۔ اس ہدایت کے باوجود اگر آپ پہاڑی سے نیچے گر پڑتے ہیں تو میں ہی آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ کو کہاں کہاں چوٹ لگی ہے اور اس چوٹ کا علاج کس طرح ہونا چاہیے، لیکن میرا کام یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ میں اس حادثے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ تاکہ جب کبھی دوبارہ آپ کسی پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش یا ارادہ کریں تو میں آپ کو یہ حادثہ یاد دِلا کر احتیاط برتنے کا مشورہ دے سَکوں۔

انسانی زندگی کو خارجی خطرات سے محفوظ رکھنے کے علاوہ میں اس کی داخلی طور پر نگرانی کرتا

ہوں۔ مثال کے طور پر میں آپ کی سانس کی رفتار پر ہمیشہ گہری نگاہ رکھتا ہوں۔ جُوں ہی حِسّی قوتوں کے ذریعے سے مجھے یہ خبر ملتی ہے کہ آپ کے خون میں کاربن ڈائی اوکسائڈ کی مقدار زیادہ ہورہی ہے اور آپ کو مزید اوکسیجن کی ضرورت ہے، میں سانس کی رفتار کو تیز کردیتا ہوں۔ اس طرح زیادہ اوکسی جن آپ کے پھیپڑوں میں جاتی ہے، جس سے کھنچاؤ کی کیفیت ختم ہوجاتی ہے اور سینے کے پٹھوں کو آرام ملتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں مواقع آتے ہیں جب میں آپ کی حفاظت کرتا ہوں، لیکن میری یہ خدمات مفت نہیں ہیں۔ سچ پوچھیے تو میں معاوضہ طلب کرنے کے معاملے میں بے حد لالچی ہوں۔ یہی دیکھیے کہ میں آپ کے کُل جسمانی وزن کا صرف دو فی صد ہوں، لیکن آپ جس قدر آوکسی جن استعمال کرتے ہیں اس کا بیس فی صد صرف مجھ پر خرچ ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ کا دِل جس قدر خون صاف کرتا ہے اس کا پانچواں حصہ صرف میرے استعمال میں آتا ہے۔ مجھے اوکسی جن اور خون کی مستقل ضرورت رہتی ہے۔ اگر ان چیزوں کی رَسد (سپلائی) میں ذرا بھی کمی آجائے تو میرے کام کرنے کی صلاحیت آدھی ہوجاتی ہے اور آپ فوراً بے ہوش ہوجاتے ہیں۔ اگر چند منٹوں کے لیے بھی مجھے میری غذا یعنی اوکسی جن اور خون نہ ملے تو میں بری طرح زخمی ہوجاتا ہوں، جس کا نتیجہ فالج بھی ہوسکتا ہے اور موت بھی۔ اس کے علاوہ مجھے ایک اور غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو میں گلوکوس کی شکل میں حاصل کرتا ہوں۔

میں ایک وسیع بَرِّاعظم سے مشابہ ہوں، جس کے حالات آج تک راز میں ہیں۔ میرے متعلق تحقیق کرنے والے اب تک میری سطح پر پائی جانے والی باہری لکیروں میں ہی اُلجھے ہوئے ہیں، لیکن اسی چھان بین کے دوران لوگوں کو میرے بارے میں کچھ دِل چسپ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ انھی میں سے ایک دل چسپ بات یہ بھی ہے کہ اگرچہ ہرطرح کے درد اور تکلیف کا احساس میرے ہی ذریعے سے ہوتا ہے، لیکن خود مجھے کبھی درد کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اُس وقت بھی نہیں جب میرا کوئی حصہ کٹ جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میرا اپریشن مریض کے پوری طرح ہوش میں رہتے ہوئے بھی کیا جاسکتا ہے۔

آپ مجھے "یادوں کا محل" بھی کہہ سکتے ہیں، کیوں کہ میرے چھوٹے سے وجود میں آپ کی ساری زندگی اپنی تمام یادوں، نشانیوں اور وُسعتوں کے ساتھ محفوظ رہتی ہے۔ آپ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں، اس پر یقین کریں یا نہ کریں، مگر حقیقت یہی ہے کہ میں آپ کی زندگی میں پیش آنے

والے ہر واقعے اور آپ سے متعلق ہر یاد کو محفوظ کر لیتا ہوں۔ اگر آپ کو کبھی مجھے چیر کر دیکھنے کا موقع ملے تو آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ آپ کو یہ دیکھ کر بے حد تعجب ہوگا کہ میرے ایک خاص حصے پر بجلی کی رَو کے ذریعے سے ہلکی سی گُدگُدی پیدا کرتے ہی آپ کی نظریں ایک ایسے استاد کو دیکھنے لگیں گی جسے آپ بہت عرصے پہلے فراموش کر چکے تھے۔ اسی طرح کسی دوسری تحریک سے آپ کے کانوں میں برسوں کا بھولا ہوا کوئی گیت گونجنے لگے گا یا کسی ریلوے انجن کی سیٹی کی آواز سنائی دینے لگے گی۔

میں ایک محفوظ ترین قلعے میں رہتا ہوں۔ کھوپڑی کی ہڈی کی موٹائی اُوپری سرے پر تقریباً چھے ملی میٹر اور نیچے کی طرف اس سے بھی زیادہ موٹی رہتی ہے۔ میں پانی کی طرح کے ایک سیّال مادّے میں ڈوبا رہتا ہوں۔ جو مجھے ہر طرح کی ضرب اور جھٹکوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ خون اور گودے سے بنی ہوئی ایک حفاظتی دیوار چوکیدار کے فرائض انجام دیتی ہے۔ یہ دیوار کچھ چیزوں کو اندر آنے دیتی ہے اور باقی کو روک دیتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ گلوکوس کو اندر جانے کی اجازت دے دیتی ہے، کیوں کہ مجھے اس کی ضرورت رہتی ہے، لیکن جراثیم اور دوسری زہریلی چیزوں کو اندر نہیں جانے دیتی۔ زیادہ تر دَرد کو دور کرنے والی اور خواب آور چیزیں آسانی کے ساتھ اس فصیل سے گزر جاتی ہیں، لیکن میری بدقسمتی یہ ہے کہ نشہ پیدا کرنے والی چیزوں کو بھی یہ حفاظتی دیوار نہیں روک پاتی یہ چیزیں نہ صرف میری ساخت کو نقصان پہنچاتی ہیں بلکہ میرے فطری فعل پر بھی اثر ڈالتی ہیں جس سے آپ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

میری بناوٹ کے بارے میں بھی تھوڑا جانتے چلیے۔ آپ اپنے لان میں رکھا ہُوا کوئی ایسا تختہ میدان سے اٹھائیے جسے چاروں طرف سے گھاس نے ڈھک لیا ہو۔ گھاس کی بے شمار جڑیں ایک دوسرے میں بُری طرح پیوست دیکھ کر آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ میں بھی اسی طرح کی ایک چیز ہوں۔ کروڑوں پتلی پتلی جڑوں، رگوں اور ریشوں سے بنا ہوا۔ بنیادی طور پر میں تین ارب عصبی خلیات یعنی نیورون سے بنا ہوا ہوں، جو اپنے سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ تعداد میں ایکسونوں اور عصبی نسیجوں میں موجود ریشوں سے مضبوطی کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ میرا ہر نیورون ایک ایسی مکڑی سے ملتا جُلتا ہوتا ہے جو ایک تار میں جڑی ہوئی ہو۔

آپ جانتے ہیں کہ آپ کے دو گُردے ہیں اور پھیپھڑے بھی دو ہیں۔ کان بھی دو ہیں اور آنکھیں بھی

دو ہیں۔ البتہ میرے بارے میں آپ کو یقین ہے کہ میں کوئی جوڑی دار عضو نہیں ہوں۔ آپ کا یہ خیال ایک طرح سے غلط ہے۔ سچ پوچھیے تو میں بھی ایک لمبے شگاف کے ذریعے سے واضح طور پر دو حصّوں میں بٹا ہُوا ہوں۔ ہر ایک آدھے حصے کو آپ دماغی نصف کُرہ کہہ سکتے ہیں۔ میرے بائیں حصے سے آپ کے جسم کی داہنی سمت کے بیش تر کام انجام پاتے ہیں اور میرا داہنا حصہ آپ کے جسم کی بائیں سمت واقع تمام اعضا کو کنٹرول کرتا ہے۔ جدید ترین تحقیق کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ میرا بایاں حصہ آپ کے بولنے، سُننے، لکھنے پڑھنے اور دوسرے دماغی محنت کے کام کرنے میں خاص طور پر معاون ہوتا ہے۔ میرا دایاں حصہ کسی اتفاقی، فوری اور ہیجانی مسئلے کا حل نکالنے میں مدد کرتا ہے۔

میں نے آپ کو ابتدا میں ہی بتایا تھا کہ میں ان باہری قوّتوں کا بد ترین دشمن ہوں جو آپ کے جسم یا ذہن کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا چاہتی ہیں۔ اب میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ میرے بھی کچھ دشمن ہیں۔ نشہ آور چیزیں میری سب سے بڑی دشمن ہیں۔ اگر آپ نشہ آور چیزیں مستقل طور پر استعمال کرتے ہیں تو دھیرے دھیرے میرے تمام خلیے برباد ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ میں مُردہ ہوجاؤں گا اور شاید یہ بتانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ میری موت آپ کی موت ہے۔ مجھے نقصان پہنچانے والی دوسری چیزوں میں ذہنی جھٹکے اہم ہیں۔ ان ذہنی جھٹکوں کے برے اثرات کا زائل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ ان مضر اثرات سے محفوظ رہنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ آپ ذہنی جھٹکوں، الجھنوں اور پریشانیوں سے جہاں تک ہو سکے محفوظ رہنے کی کوشش کریں۔ میرے دشمنوں میں تیسرا مقام "دماغی چوٹ" کا ہے۔ مضبوط کھوپڑی اور لچکیلے گدّوں کے ذریعے سے محفوظ ہونے کے باوجود مختلف طرح کے حادثات اور صدمات کا مجھ پر اثر ہوتا ہے۔ میں چوں کہ ایک طرح کے قلعے میں گھرا رہتا ہوں اس لیے چوٹ یا ضرب لگنے پر پھیل بھی نہیں سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میرے خلیے برباد ہوجاتے ہیں اور میں مُردہ ہوجاتا ہوں۔

میری کہانی بڑی طویل ہے۔ میرا قصہ ابھی ختم نہیں ہُوا۔ نہ جانے کتنے پہلوؤں پر میں روشنی نہیں ڈال سکا۔ آپ نے سورج اور چاند کو ایک معیّن وقت پر طلوع اور غروب ہوتے دیکھا ہوگا، آپ نے یہ بھی سُنا ہوگا کہ مُرغی کے ایک انڈے سے دو بچّے پیدا ہوئے، آپ نے کہیں نہ کہیں یہ بھی ضرور پڑھا ہوگا کہ ایک آدمی کا دل ہٹا کر اس کی جگہ بھیڑ کا دل لگا دیا گیا۔ یہ ساری باتیں حیرت انگیز ہیں، لیکن میں پھر یہی کہوں گا کہ سب سے زیادہ حیرت انگیز میں ہوں ــ قدرت

کا سب سے پیچیدہ نظام ۔ میں اپنی تعریف کا کوئی موقع رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ میں اپنے بارے میں اور بھی بہت کچھ کہہ سکتا ہوں، کیوں کہ آج مجھے بولنے کا موقع ملا ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کچھ تھکن محسوس کر رہے ہوں گے۔ میں آپ کا ہمدرد، دوست اور محافظ ہوں، اس لیے اب آپ کو آرام کرنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

ایک بادشاہ ایک قمیص

رخشندہ فیروز

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بیمار تھا۔ بہت سے حکیموں کو دکھایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر کسی نے ایک ماہر حکیم کے بارے میں بتایا۔ جب اس حکیم کو دربار میں لایا گیا تو اس نے بادشاہ کو دیکھ کر کہا کہ ان کی بیماری تب ہی جا سکتی ہے جب یہ کسی خوش رہنے والے آدمی کی قمیص پہن لیں۔

بادشاہ کے ملازموں نے شہر کا کونا کونا چھان مارا مگر کوئی بھی خوش رہنے والا نہیں مل سکا۔ ایک دن بادشاہ کا مُلازِم ایک جنگل سے گزر رہا تھا، تو اُس نے وہاں ایک جھونپڑی دیکھی۔ جب اُس جھونپڑی کے قریب گیا تو اس نے کسی کی آواز سنی۔ جب اس نے جھونپڑی سے کان لگایا تو اُس کو اندر کی آواز سنائی دینے لگی۔ کوئی کہہ رہا تھا، "اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، اُس نے مجھے بھوکا نہیں رکھا ہے۔ وہ مجھے کھانا دیتا ہے، رہنے کے لیے اللہ نے یہ جھونپڑی دے رکھی ہے۔ میں ہر وقت خوش بھی رہتا ہوں۔ سچ میں بہت خوش نصیب ہوں۔ مجھے اور کیا چاہیے۔"

بادشاہ کے ملازم نے ساری بات بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو ہمارے پاس لایا جائے۔ جب وہ شخص بادشاہ کے پاس آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس شخص کے جسم پر قمیص ہی نہیں تھی۔ جب بادشاہ نے اُس شخص سے اس کی قمیص مانگی تو اس نے کہا، "میں بہت غریب ہوں۔ میرے پاس پہننے کے لیے ایک بھی قمیص نہیں ہے۔"

....

نونہالانِ پاکستان کے لیے

نونہال ٹوتھ پیسٹ

کہنا چاہیے کہ نازک دانتوں اور مسوڑھوں کے لیے نازک ٹوتھ پیسٹ

"ہمدرد" نونہالانِ پاکستان کا ہمدرد ہے، دوست ہے۔ ہمدرد سے بچّوں کے لیے نئے نئے کام ہوتے رہتے ہیں۔ "ہمدرد نونہال" نونہالانِ وطن کا سب سے پیارا رسالہ ہے۔ پھر ہمدرد کی جانب سے "بزمِ ہمدرد نونہال" قائم ہے جہاں ہزارہا نونہال شریک ہوتے ہیں۔ نونہال بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ بزمِ ہمدرد نونہال نونہالانِ پاکستان کی بزم ہے۔ ایک بزمِ ہمدرد نونہال کی صدارت تو پاکستان کے صدر عالی مرتبت جنرل محمد ضیا الحق صاحب نے فرمائی تھی کوئی چھ ہزار نونہال شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے نظم و ضبط سے اور اپنی پُرجوش تقریروں سے جناب محترم صدرِ پاکستان کو حیران کر دیا تھا۔

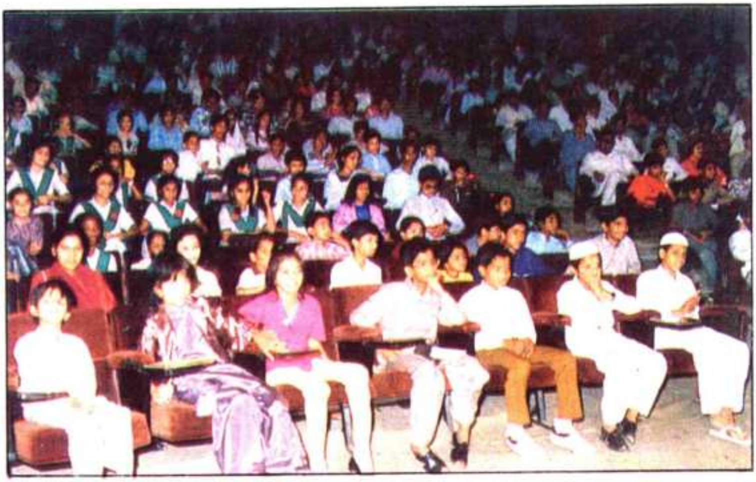

اب ہمدرد نے نونہالانِ پاکستان کے لیے نونہال ٹوتھ پیسٹ تیار کر دیا ہے تاکہ نونہالانِ پاکستان صبح اٹھ کر اپنے نازک دانتوں کو نونہال ٹوتھ پیسٹ سے مانجھیں اور رات سونے سے پہلے نازک نونہال ٹوتھ پیسٹ سے اپنے نازک دانت صاف کریں۔ نونہالانِ پاکستان کے لیے ہمدرد نے یہ بہترین نونہال ٹوتھ پیسٹ تیار کیا ہے۔

ہمدرد کے ماہرین لیبورٹیریوں
میں احتیاط کے ساتھ
نونہال ٹوتھ پیسٹ کے اجزا
پر غور کرتے رہے۔
درجنوں نمونے تیار ہوئے۔ ان کو
آزمایا گیا۔ استعمال کیا گیا۔
اس کے بعض اجزا تو سوئٹزرلینڈ سے

منگوائے گئے ہیں۔ بڑی بڑی محنتیں ہوئی ہیں۔ بڑے بڑے تجربات ہوئے ہیں۔ تب جاکر "نونہال ٹوتھ پیسٹ" تیار ہوا ہے۔

جناب حکیم محمد سعید بھی دن رات نگرانی کرتے رہے اور درجنوں نمونے استعمال کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے ایک نمونہ منظور کر دیا اور اب بڑی بڑی مشینیں نونہالانِ وطن کے لیے "نونہال ٹوتھ پیسٹ" تیار کر رہی ہیں۔

یہ مشین کوئی چالیس من وزن کی ہے جو نونہال ٹوتھ پیسٹ بنانے کے لیے خاص طور پر تیار کرائی گئی ہے۔ یہ اجزا کو اس انداز سے آمیز کرتی ہے کہ نونہال ٹوتھ پیسٹ دوسرے پیسٹوں کے مقابلے میں آدھا لیا جائے تو کافی ہوتا ہے۔

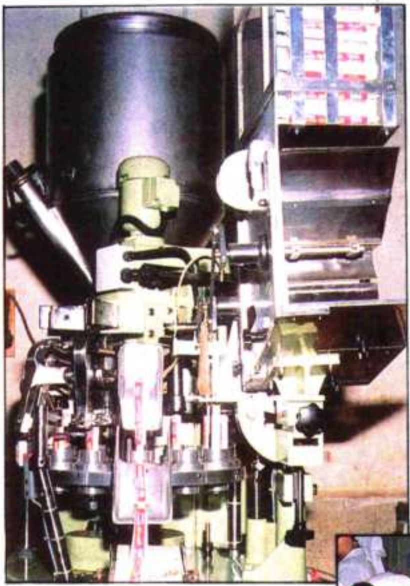

یہ مشین ایک منٹ میں ایک سو پچاس نونہال ٹوتھ پیسٹ تیار کر دیتی ہے۔

نونہال ٹوتھ پیسٹ کو عظیم دخترانِ وطن پیک کر رہی ہیں۔

نونہال ٹوتھ پیسٹ بنانا آسان نہیں ہے۔ اس کے خاص اجزا ہیں کہ جو جگہ جگہ سے جمع کئے جاتے ہیں۔ باغِ ہمدرد کے گلابوں کی اس میں خوشبو ہے۔ پھر ہمدرد کے جہاں دوست اور نونہال دوست کارکن نونہالانِ وطن کے لیے نونہال ٹوتھ پیسٹ بناتے ہیں۔

نونہالانِ پاکستان کے لیے سب سے پہلا!

نونہال ٹوتھ پیسٹ

نونہال مصوّر

عمر دراز خٹک،
ٹنڈو محمد خان بندھ

محمد رفیق زاہد، گوادر

کاشف انوار، کراچی

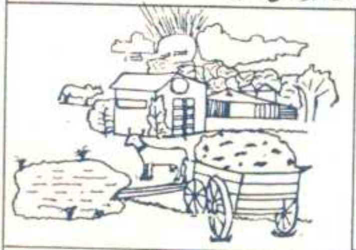

محمد منہاج احمد، کراچی

ذوالفقار علی، کراچی

شاہدہ معین الدین، حیدرآباد

محمد قیوم چھیپا،
کراچی

شاہد رضا
فیصل آباد

ثمینہ کوثر، ملک وال، گجرات

پُرنم جان، کراچی

معلومات عامّہ

اس بار بھی سوالات کی تعداد دس ہے۔ تصویریں صرف دس صحیح جوابات۔ بھیجنے والوں کی شائع کی جائیں گی۔ نو صحیح جوابات۔ بھیجنے والوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ جوابات ۲۰ اپریل ۱۹۸۸ء تک بھیج دیجیے۔ جوابات کے نیچے اپنا نام، پتا اور تصویروں کے پیچھے اپنا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔

۱۔ ہمارے ہاں عمارتوں پر ھٰذا مِنْ فَضْلِ رَبِّی کی تختی لگائی جاتی ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ کیا یہ عربی مقولے سے لیا گیا ہے یا حدیث شریف سے لیا گیا ہے یا قرآن مجید کی کسی آیت کریمہ کا ٹکڑا ہے۔

۲۔ ۱۴۹۲ء کا سال تاریخِ اسلام میں کیا اہمیت رکھتا ہے ؟

۳۔ برِّصغیر پاک و ہند کا سب سے بڑا تاریخی گُنبد کہاں واقع ہے ؟

۴۔ وہ کون سا سمندر ہے جسے بحرِ اطلس بھی کہا جاتا ہے ؟

۵۔ ایل سلواڈور وسطی امریکا کے ایک آزاد ملک کا نام ہے۔ آپ کو اس کے دارالحکومت کا نام معلوم ہے ؟

۶۔ روس کا انقلابی رہنما لینن ایک اسکول انسپکٹر کا بیٹا تھا۔ کیا یہ بیان صحیح ہے ؟

۷۔ بتائیے حسن ابدال میں مغل بادشاہ اکبر کا کون سا رتن دفن ہے ؟

۸۔ بتائیے سلطان شمس الدّین التمش کے والد کا کیا نام تھا ؟

۹۔ اردو زبان کو ترقی دینے والے پانچ بڑے مصنّفوں اور ادیبوں کو اردو کے ارکانِ خمسہ کہتے ہیں۔ ان میں سے چار تو سر سیّد احمد خاں، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولانا محمد حسین آزاد اور شبلی نعمانی ہیں۔ پانچویں رُکن کا نام آپ بتائیے۔

۱۰۔ بتائیے پاکستان کس ہجری تاریخ کو قائم ہوا تھا ؟

بلبل کا بیاہ

عنبرین ناز احمد، کراچی

زُلفی میاں کے باغ میں بلبل کے بیاہ کی تیاری بڑی دھوم دھام سے ہو رہی تھی۔ ابھی کچھ ہی دن پہلے کی بات ہے کہ ہر طرف ویرانی تھی۔ نہ کہیں پھول نظر آتے تھے نہ پتے۔ درختوں کی ٹُنڈ منڈ شاخیں ہوا کے جھونکوں سے کھڑکھڑاتی رہتی تھیں۔ لیکن اب جو شادی کی بات پکی ہوگئی تو ہر طرف مبارک سلامت کا شور ہوا۔ خزاں نے دائیں بائیں دیکھا پھر نظریں جھکائیں اور سب کی نظریں بچا کر چپکے سے اُڑ گئی۔

پھر بہار کا موسم آیا۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوگیا۔ شاخوں پر ننھی ننھی کونپلوں نے سر اٹھایا۔ سیب کا درخت سفید پھولوں سے سج گیا۔ ہر درخت اور پودے پر نئے پھول نکل آئے۔ رنگ برنگی تتلیاں بڑے فخر سے اِدھر اُدھر گھومتیں۔ کبھی اس پھول پر کبھی اس پھول پر۔ بلبل ایک درخت پر بیٹھے بیٹھے خوش ہو کر بولا، "میں تو آج ہی برات لے آؤں گا۔"

بہار ایک دم چیخ اٹھی، "نہیں نہیں! ایسا غضب مت کرنا۔ برات کل لانا۔ آج رات تو ہم دلھن

کو منہدی لگائیں گے۔ تیاری کے لیے ہمیں بھی تو کچھ وقت چاہیے۔ بلبل شوق بھری آواز میں کہنے لگا، "جی تو یہ چاہتا ہے کہ ابھی دولھا بن جاؤں۔ چلو کل سہی"۔ "ہاں ہاں، بس کل ٹھیک ہے"۔ بہار نے کہا، "یہ بتاؤ! نکاح کب ہوگا؟" بلبل نے بے اختیار پوچھا۔ "وہ بھی ہو جائے گا"۔

"مگر کب؟ منہدی سے پہلے نہ ہو جائے۔ آج ہی شام کو"۔ "نہیں، جب تم برات لاؤ گے تو پہلے نکاح ہوگا۔ اس کے بعد رخصتی"۔ بلبل نے ایک گہرا سانس لیا، "تو ٹھیک ہے۔ جیسی تمھاری مرضی"۔ بہار نے یہ سن کر رونی شکل بنا کر کہا، "میں نے اسے گودوں میں جھلایا ہے۔ بڑے ناز سے پالا ہے۔ کبھی کوئی دُکھ نہ دینا"۔

بلبل کہنے لگا کہ میں آج ہی دعوت نامے بانٹ دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ اُڑ گیا۔ راستے میں یہ سوچتا رہا کہ دعوت نامے کس سے لکھوائے جائیں۔ اُڑتے اُڑتے باغ سے تھوڑے فاصلے پر اونچے ناریل کے جھنڈ میں پہنچا۔ وہاں پر میاں بندر "خاندانی منشی" کا بورڈ لگائے، سر پر بڑی سی پگڑی باندھے، چٹائی بچھائے، قلم دان سنبھالے بیٹھے تھے۔ بلبل بندر کے پاس جا کر بولا، "آداب عرض ہے قبلہ منشی جی!" میاں بندر نے عینک ناک پر سرکائی، موٹے موٹے شیشوں میں سے جھانک کر بولے، "آؤ برخوردار! کیسے آنا ہوا؟" "میرا بیاہ ہے قبلہ!" بلبل نے شرما کر کہا۔ "میاں بندر نے منھ ٹیڑھا کر کے مسکراتے ہوئے کہا، "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے"۔

"دعوت نامے تیار کرنے میں جناب کی مدد مل جائے تو بڑی عنایت ہوگی"۔ "کیوں نہیں۔ ضرور ضرور۔ کب خانہ آبادی ہے تمھاری؟" "کل جناب!" میاں بندر نے جھٹ پٹ قلم سنبھالا اور عینک آنکھوں پر جما کر پوچھنے لگے، "کس کی طرف سے لکھوں؟" "قبلہ اپنی طرف سے لکھ دیجیے"۔

"ہائیں! یعنی ہم تمھارے والد کب سے ہو گئے؟"

بلبل نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا، "جی قبلہ! آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا بزرگ میری نظر میں نہیں ہے"۔ میاں بندر خوش ہو گئے۔ جلدی جلدی دعوت نامے لکھے، پھندنوں سے ٹانک کر سجائے اور بلبل کے حوالے کر دیے۔ بلبل خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ پھر کہنے لگا، "کیا ہی اچھا ہو کہ نکاح بھی آپ ہی پڑھا دیں"۔ میاں بندر بڑے خوش ہوئے اور انھوں نے ہامی بھر لی۔

"اب میں اجازت چاہوں گا قبلہ!" یہ کہہ کر بلبل اڑ گیا۔ اڑتے اڑتے بلبل سوچنے لگا کہ کھانے میں کیا کیا ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں کچے بیروں کا قورمہ، ناریل کی بریانی، سبز ٹماٹر کا زردہ اور ادرک کی فیرنی ٹھیک رہیں گے۔ پھر بلبل کو یاد آیا کہ ابھی تو مجھے دعوت نامے بھی بانٹنے ہیں۔ ندی کے کنارے کنارے باجرے کے کھیت میں ایک کارڈ گرانے کے بعد وہ آگے بڑھ گیا۔

اس وقت بی چوہیا اپنی ہتھیلی پر باجرے کے دانے رکھ کر پھانک رہی تھیں۔ آج تک ان کو کبھی کسی نے دعوت میں نہیں بلایا تھا۔ اب جو شادی کا دعوت نامہ دیکھا تو جھٹ پٹ اپنی شادی کا جوڑا نکالا، استری کیا اور بھاگی بھاگی چوہے کے پاس آئیں اور اس سے بولیں کہ ہم شادی میں جائیں گے۔ چوہا بولا، "کب؟" "کل۔ یہ دیکھو کارڈ۔" چوہے بے چارے کی جان نکل گئی، کیوں کہ اس کے پاس صرف ایک پتلون اور ایک قمیص تھی۔ اس نے خاموشی سے پتلون قمیص اٹھائی اور اسے گھاٹ پر دھونے بیٹھ گیا۔ چوہے نے چکنے پتھر پر اپنے کپڑوں کو اتنا کوٹا کہ ان کا رنگ اتر گیا۔ بے چارہ بھاگا بھاگا چوہیا کے پاس گیا اور کہنے لگا، "خود تو اتنے قیمتی کپڑے پہنتی ہو اور میرا کچھ خیال نہیں۔"

چوہیا زور سے ہنسی اور کہنے لگی، "چلو ابھی بازار چلتے ہیں اور ریڈی میڈ کپڑے خرید لیں گے۔"

بلبل نے ایک دعوت نامہ شیشم کے کھوکھلے تنے کے قریب گرایا، جو خرگوش نے اٹھایا۔ کارڈ پڑھ کر اپنی سفید وردی کو برش سے صاف کیا۔ سرخ مفلر باندھا، سر پر ٹوپی رکھی اور آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بلبل کے بیاہ کی خبر پل بھر میں ہر طرف پھیل گئی۔ ذرا شام ڈھلی تو ہر طرف ہریالی اور سورج کی سنہری کرنیں یوں جھلمل کرنے لگیں جیسے کسی نے کوٹ کر سونے کے ذرّے بکھیر دیے ہوں۔

جب رات ہوئی تو بہار لالے کے پیالوں میں شبنم کے موتی بھر لائی۔ صبا تھالوں میں صندل اور اُبٹن لے کر آئی۔ جگہ جگہ گلاب کے کٹوروں میں شربت بھرا ہوا تھا۔ اونچے اونچے درختوں پر شہد کی مکھیاں بِھن بِھن بِھن مہندی کے گیت گاتے گاتے رس کی پھوار برسا رہی تھیں۔ اس کے بعد حنا تھال میں مہندی لائی۔ پھولوں اور تتلیوں نے جی بھر کے لگائی۔ جھینگر ماہیا گانے رہے۔ پتلی پتلی ٹانگوں والے ٹڈے اور مکڑیاں بھنگڑا ناچتے رہے۔ دوسرے دن صبح ہی صبح سُرمئی بادل اُمڈ کر آئے۔ دور دور تک ہریالی لہرا اُٹھی۔ سورج کرنیں نچھاور کر کے بولا، "میری طرف سے یہ تحفہ قبول کرو۔" دلھن سبز پتوں کی اوٹ میں سج کر بیٹھی تھی۔ ماتھے پر تتلیوں کا جھومر تھا۔ گلابی چہرے پر حیا کی سُرخی پھیل رہی تھی۔ ذرا دن چڑھا تو شور ہوا کہ برات آگئی برات آگئی۔ بہار نے خوش ہو کر

تمام براتیوں کو گھاس پر بٹھایا۔ نکاح کے لیے سب جمع ہوئے لیکن وہاں نہ میاں بندر تھے اور نہ ان کے نائب توتے میاں۔

"منشی جی کہاں ہیں؟" گیندے نے تنگ آکر پوچھا۔ "میرا تو دَم نکلا جارہا ہے۔ ارے میاں کیا بتاؤں! میں تو صبح ہی صبح پہنچ گیا تھا۔" بُلبل نے رومال جیب سے نکال کر ماتھے کا پسینہ پونچھا۔ کسی نے بتایا کہ منشی جی شہر گئے ہوئے ہیں خط بھجوانے۔ بس آنے والے ہیں۔ باغ میں بے شمار مہمان جمع تھے۔ مگر میاں بندر کی واپسی نہ ہوئی۔ جب بہت دیر ہوگئی تو مور نے اُکتا کر تھال میں سے نکاح کے دو چھوارے چونچ میں دبائے، توڑ توڑ کر کھائے اور پَر پھیلا کر ناچنا شروع کر دیا۔ چوہے اور چوہیا نے بھی رقص پیش کیا۔

سب بھوک سے بے تاب ہورہے تھے۔ صبا دھیرے دھیرے سب کو شربت پلاتی رہی۔ جب چھواروں کا تھال اور گانے ختم ہوگئے تو سب نے بلبل سے گانے کی فرمائش کی۔ بلبل سہرا باندھے بیٹھا تھا، شرما گیا۔

"لو اور سنو۔ اپنے بیاہ کا گیت نہ گایا تو پھر کب گایا؟" مور ہنس کر بولا۔ اصرار بڑھا تو بلبل سریلی آواز میں چہچہا اُٹھا۔ دوپہر تک منشی جی کی واپسی نہ ہوئی۔ آخر بلبل جتنے خشک میوے لایا تھا سارے ختم ہوگئے۔ جب ذرا پیٹ بھرا تو کوّوں کی ٹولی نے لہک کر پھٹے گلے سے راگ الاپنے شروع کیے۔ کائیں کائیں کا شور آسمان تک بلند ہوا تو اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔ زلفی میاں اپنے دوستوں کے ساتھ ننگے پاؤں بھاگتے آئے۔ سیدھے باغ میں پہنچے۔ "ہائے اماں۔ چک۔ چک۔ چک۔" چوہیا بدحواس ہوکر بھاگی۔ "باپ رے۔" خرگوشنی کا غرارہ پیروں میں آکر پھٹ گیا۔

کوئی گرا کوئی سنبھلا۔ جدھر جس کے سینگ سمائے نکل گیا۔ "کتنا شور مچا رکھا ہے کم بختوں نے۔ ہش۔ ہش۔" زلفی میاں بے اختیار چڑیوں کے پیچھے بھاگے۔ ایک ننھی سی گول مٹول لڑکی خوش ہوکر بولی، "بھیا دیکھو تو کتنے کوّے ہیں۔ سب کالے۔" "سب نے کان کھا لیے۔ توبہ۔ ہش۔ ہش چل بھاگ۔" بلبل گھبرا کر اُڑا اور اپنی دلھن کے قریب ٹہنی پر بیٹھ گیا۔

دلھن کلی سج سنور کے بیٹھی تھی۔ گول مٹول لڑکی نے اسے دیکھا تو بے اختیار بولی، "ہائے اللہ! کتنی پیاری کلی ہے۔ اسے تو میں اپنے بالوں میں سجاؤں گی۔" لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر شاخ کو گھسیٹا۔ کلی ٹوٹ کر گر پڑی۔ بلبل چیختا رہا، "ایسا غضب مت کرو۔ ہائے ہائے۔" مگر کسی نے نہ سنی۔ اس کے دل

پر چوٹ لگی۔ وہ روتا ہوا باغ سے چلا گیا۔

شام کو بڑی دیر تک بچّے باغ میں کھیلتے رہے، اُدھم مچاتے رہے۔ جب سب چلے گئے تو مردہ پروں سے پھڑپھڑاتا گرتا پڑتا بلبل واپس آیا، باغ اُجڑ چکا تھا اور اس کی بہار ویران تھی۔ دو تین زرد تتلیاں برآمدے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ ہر طرف کلیاں روندی پڑی تھیں۔ پودے ٹوٹے ہوئے تھے نہ شبنم تھی، نہ صبا۔

وہ تو پہچان بھی نہ سکا کہ اس کی دلھن کون سی تھی۔

....

مفید باتیں

مرسلہ: نورین کوثر، کراچی

۱۔ اگر پیاز کو کاٹنے سے پہلے فریج میں رکھ دیا جائے تو کاٹتے وقت آنکھوں سے آنسو نہیں بہیں گے۔

۲۔ اگر آئینہ صاف شفاف کرنا ہے تو اس پر کپڑے سے اسپرٹ لگا کر رگڑنے سے آئینہ خوب چمک جائے گا۔ بعد میں کپڑے سے آئینہ صاف کرنا نہ بھولیے۔

۳۔ جس پانی میں انڈے اُبالے جائیں اس پانی کو اگر ٹھنڈا کر کے پودوں میں ڈالیں تو پودے تیزی سے بڑھتے ہیں۔

۴۔ اگر ڈاک کے ٹکٹ آپس میں چپک جائیں تو فریج میں رکھنے سے وہ الگ ہو جائیں گے اور ان پر لگا ہوا گوند بھی خراب نہیں ہوگا۔

۵۔ جو چائے کی پتّی بے کار ہو جائے اس کو وارنش والے فرنیچر پر رگڑنے سے فرنیچر کی چمک بڑھ جاتی ہے۔

۶۔ ریفریجریٹر کے فریزر میں چند گھنٹے کے لیے موم بتّی رکھ دیں۔ اس کے بعد اُسے جلائیں تو دیر تک جلے گی اور موم بھی کم ضائع ہوگا۔

۷۔ اگر آپ کے گھر میں گلاب کا پودا ہو اور نہ بڑھتا ہو تو اس میں چائے کی پتّی کا پانی ڈالیں۔ پودا جلد بڑھ جائے گا۔

پیلو کی بازیافت
Hamdard
PEELU TOO
مِسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
پیلو کے مؤثر اور مجرّب اجزا اور مشتمل ایک مکمل طبّی ٹوتھ پیسٹ پیش کر کے ہمدرد نے
حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کر لی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔
ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرّب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع
فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں
کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
Hamdard
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف مسوڑھے مضبوط، دانت صاف
آوازِ اخلاق
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
Adarts-HTP-3/85

بیل پٹ

رمیش لعل

رقبے کے لحاظ سے بلوچستان پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس میں نہایت تھوڑی آبادی والے گاؤں آباد ہیں۔ صوبہ بلوچستان کے میدانی علاقوں کی زراعت کا اور پینے کے پانی کا مکمل انحصار بارش پر ہے۔ بلوچستان کا ایک چھوٹا سا پس ماندہ گاؤں بیل پٹ ہے۔ یہ گاؤں تحصیل لہڑی سب تحصیل بھاگ ناڑی، ضلع کچھی اور ڈویژن نصیر آباد میں واقع ہے۔ صوبہ بلوچستان کے دوسرے گاؤوں کی طرح اس گاؤں کے پینے کے پانی کا انحصار بھی بارش ہی پر ہے۔

ہمارے گاؤں کے مشرق میں لہڑی، مغرب میں بھاگ ناڑی، شمال میں ۴۵ کلومیٹر کے فاصلے پر سبّی اور جنوب میں پاکستان کا گرم ترین شہر جیکب آباد ہے۔ ہمارا گاؤں شاہراہِ آر سی۔ ڈی کے درمیان واقع ہے۔ بیل پٹ کے مشرق میں تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور قبیلوں مری اور بُگٹی کے پہاڑی سلسلے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ۲۵ دُکانوں پر مشتمل ایک بازار بھی ہے۔ اس سے ضروریاتِ زندگی کی چیزیں آسانی سے مِل جاتی ہیں۔ یہاں سول لیویز تھانہ، دفترِ آب پاشی، محکمہ عوامی امداد و رسل و رسائل کا دفتر ہے۔

ہمارا گاؤں ریلوے نظام کے لحاظ سے سکھر ڈویژن میں شامِل ہے۔ یہاں دن رات مسافر گاڑیوں اور مال گاڑیوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ تمام مسافر گاڑیاں ہمارے گاؤں کے اسٹیشن پر ضرور ٹھیرتی ہیں۔

یہاں کی زمینیں بنجر ہیں اور پانی کی قلت کی وجہ سے آبادی بہت کم ہے۔ تقریباً پانچ ہزار کی آبادی والا ہمارا گاؤں بیل پٹ تقریباً ۵ ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہاں جاچھی، ابڑا، سیال، چاچڑ، بلوچ آباد ہیں اور تھوڑے بہت ہندو بھی ہیں۔ یہاں سِندھی، سرائیکی

بلوچی، بروہی اور اردو زبانیں بولی جاتی ہیں۔

بیل پٹ میں ایک بڑا ڈاک خانہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں غلّے کا ایک بہت بڑا گودام ہے۔ گودام اندازاً ۱۰۰ فیٹ لمبا ہے۔ یہاں لڑکوں کا ایک ہائی اسکول ہے، لیکن اس میں طلبہ کی تعداد بہت کم ہے۔ یہاں سائنس لیبارٹری اور لائبریری بھی ہے۔

بیل پٹ میں بنیادی ہیلتھ یونٹ قائم ہے۔ اس کے علاوہ دو پرائیویٹ کلینک بھی ہیں، جن میں سے ایک یونانی ہے۔ یہاں کی یونین کونسل صحت وصفائی کا خیال رکھتی ہے۔

یہاں گرمیوں میں سخت گرمی اور سردیوں میں زبردست سردی پڑتی ہے۔ بیل پٹ کے پینے کے پانی کا انحصار بارش پر ہے۔ یہاں دو تالاب ہیں جو بارش کے موسم میں پانی سے بھر جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صوبہ بلوچستان کے اس چھوٹے سے گاؤں میں سوئی گیس کی سہولت میسّر ہے۔ پورے گاؤں میں سوئی گیس کی پائپ لائنوں کا جال بچھا ہُوا ہے لیکن بیل پٹ بجلی کی نعمت سے محروم ہے۔ اس گاؤں میں بجلی کے کھمبے لگے ہوئے دو سال گزر چکے ہیں لیکن بجلی کی سپلائی آج تک شروع نہیں ہوئی، اسی وجہ سے کوئی نئی روشنی اسکول بھی نہیں قائم ہو سکا۔

میری امّی

بینا عنبرین کرامت علی، کراچی

امّی کتنی اچھی ہیں　　اچھی اچھی امّی ہیں
کھیل میں ہاتھ بٹاتی ہیں　　گڑیا کھلونے لاتی ہیں
کپڑے سب کے بناتی ہیں　　اچھی چیزیں کھلاتی ہیں
دن میں پڑھانے جاتی ہیں　　شام کو واپس آتی ہیں
عید پہ جوڑے لاتی ہیں　　جوتے نئے پہناتی ہیں
امّی کتنی اچھی ہیں　　پیاری پیاری امّی ہیں

علّامہ دانش کے سفرنامے

دستانے کا راز

معراج

برما سے واپسی کے بعد ہم بہت دِنوں تک فارغ رہے۔ علّامہ دانش اپنی تجربہ گاہ میں کسی دوا پر تجربہ کر رہے تھے، اس لیے بہت دِنوں تک ان سے بھی ملاقات نہ ہو سکی۔ آخر اللہ اللہ کر کے ان کی زیارت نصیب ہوئی۔ اتفاق سے اسی وقت آزونا بھی ڈاک لے کر آگیا۔ دو خطوط تھے اور دونوں ہی کپتان مرشد کے نام۔ پہلا خط کسی فلم کمپنی کی طرف سے تھا۔ وہ مصر اور اسرائیل کی جنگ پر کوئی فلم بنا رہے تھے۔ مُرشد ناراضی سے بولا، "فلم کمپنی کو میری ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ میں پائلٹ ہوں، کوئی فلم اسٹار نہیں ہوں۔"

دوسرے لفافے پر موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا: "ذاتی، صرف کپتان مرشد کے لیے۔"

مرشد نے لفافہ چاک کیا، اس میں سے ایک ربر کا دستانہ برآمد ہوا۔

میں نے کہا، "یہ تو کسی قدر دان نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔"

کپتان مرشد نے مسکرا کر کہا، "صرف ایک دستانہ؟ الحمد للہ، میرے دونوں ہاتھ سلامت

ہیں۔ اب بھلا دوسرے ہاتھ میں میں کیا پہنوں گا؟"

میں نے پوچھا، "دستانے کے ساتھ کوئی خط پتر بھی ہے؟"

مرشد نے لفافے کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا اور بولا، "اس میں اور کچھ نہیں ہے۔"

میں نے کہا، "ممکن ہے کہ تمھارا اپنا دستانہ ہو اور تم کہیں بھول آئے ہو؟"

مرشد نے کہا، "نہیں، یہ بات بھی نہیں۔ او ہو اس کے ایک کونے پر چھے کونے والا ستارہ بنا ہوا ہے۔"

علّامہ جو بہت دیر سے خاموش بیٹھے تھے، گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولے، "یہ دستانہ ذرا مجھے دکھانا۔"

میں نے دستانہ اُن کی طرف بڑھا دیا۔ علّامہ اُسے غور سے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بولے، "بہت دن پہلے کی بات ہے جب دستانہ بھیجنے کا مطلب تھا دعوتِ مقابلہ۔ میرا خیال ہے کہ کوئی تمھاری جان کا دشمن ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ تمھاری کس سے مخالفت یا دشمنی ہے؟"

اس سے پہلے کہ مُرشد کچھ کہتا، میں بول پڑا، "چھے کونے والے ستارے کا مطلب ہے کہ دشمن یہودی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔"

مرشد ایک لمبا سانس لے کر بولا، "آہ، میں سب سمجھ گیا ہوں کہ مجھے کس نے للکارا ہے۔ تمھیں وہ نقلی ایوبی تو یاد ہوں گے جنھوں نے تبریز کی پہاڑیوں میں اپنا اڈا بنا رکھا تھا؟"

مجھے بھی وہ بات یاد آگئی۔ کچھ عرصے پہلے ہم نے یہودیوں کی ایک تنظیم (جماعت) کو ختم کیا تھا۔ وہ لوگ تبریز کی وادیوں میں ٹھیرے ہوئے تھے اور اپنے آپ کو صلاح الدین ایوبی کے سپاہیوں کی اولاد بتاتے تھے۔ ان کا ناپاک ارادہ یہ تھا کہ وہ پورے عالمِ اسلام پر چھا جائیں اور اپنی حکومت قائم کریں۔ مرشد نے اپنی عقل مندی اور ذہانت سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ دھوکے باز شخص کیا کھیل کھیل رہے ہیں۔ انھوں نے ہم سب کو مار ڈالنا چاہا تھا لیکن مرشد نے ان میں سے ایک کو مار ڈالا اور باقی لوگوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہم سب کی موت یقینی تھی۔

کپتان مرشد نے دوبارہ کہا، "مجھے یقین ہے کہ یہ مقابلے کی دعوت اُنھی یہودیوں میں سے کسی نے بھیجی ہے۔"

عین اسی وقت ٹیلے فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے ایئر مارشل صاحب کا سکریٹری بول رہا تھا، "مرشد صاحب، آپ فوراً ہیڈ کوارٹر پہنچیے۔ ایئر مارشل آپ سے اسی وقت بات چیت کرنی چاہتے ہیں۔"

کپتان مرشد ایئر مارشل کے دفتر پہنچا۔ وہاں ایک پتلا دُبلا اور لمبے قد والا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے پُرتپاک انداز میں مرشد سے ہاتھ ملایا۔ اس نے کہا، "کپتان مُرشد، مجھے آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی۔ ہم نے آپ کو اس لیے تکلیف دی کہ ہم عرب اسرائیل جنگ پر ایک فلم بنانا چاہتے ہیں۔"

مرشد نے کہا، "میں ایک پائلٹ ہوں، کوئی فلمی اداکار نہیں ہوں۔"

فلم کا مینیجر ہارون بولا، "اوہو، تم میری بات نہیں سمجھے۔ اس جنگ میں طیاروں کی لڑائی کا ایک منظر ہے۔ ہم جو طیارے اس میں استعمال کر رہے ہیں، اُنھیں اڑانے کے لیے آپ ہی موزوں شخص ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو کوئی دشواری یا پریشانی پیش نہیں آئے گی۔"

مرشد کچھ دیر تک سوچتا رہا، پھر بولا، "یہ فرمائیے کہ مجھے کیا کام کرنا ہوگا؟"

ہارون بولا، "آپ کا جہاز کسی یہودی بستی پر گولا باری کر کے واپس لوٹ رہا ہوگا، ایک اسرائیلی جہاز آپ کا پیچھا کرے گا۔ وہ آپ پر فائرنگ کرے گا، مگر آپ اپنا جہاز بہت مہارت اور ہوشیاری سے نکال کر لے جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیے، اس جنگ میں استعمال ہونے والا سب گولا بارود مصنوعی ہوگا۔ آپ یقین کیجیے کہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں آدھے گھنٹے کے اس کام کا معاوضہ دس ہزار ڈالر ادا کروں گا۔"

ایئر مارشل نے بھی زور دے کر کہا، "بھئی اب تم انکار مت کرنا۔"

مرشد نے بہت دبی دبی آواز سے کہا، "جی مجھے یہ پیش کش منظور ہے۔"

جب مُرشد وہاں سے واپس لوٹا تو وہ بہت فکر مند اور پریشان دکھائی دیتا تھا۔

اس نے ہمیں یہ سب گفت گو سُنائی۔

علامہ بولے،" مجھے اس ڈرامے میں کچھ گڑ بڑ معلوم دیتی ہے۔ بھئی صاف بات تو یہ ہے کہ مجھے تمھاری زندگی خطرے میں دکھائی دیتی ہے۔"

مرشد نے کہا،" وہ تو میں سمجھتا ہوں۔"

میں نے پوچھا،" پھر تم انکار کیوں نہیں کر دیتے؟ چند ہزار ڈالر کے عوض اپنی جان خطرے میں کیوں ڈالتے ہو؟"

مرشد نے کہا، مجھے معاوضے کی فکر اور پروا نہیں ہے۔ میں اس دستانے کی گتھی سُلجھانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ دستانے کا راز اس فضائی مقابلے سے وابستہ ہے۔"

اگلے دن ہم فلم کے مینیجر ہارون کے دفتر میں گئے۔ وہاں ایک خاتون بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔

ہارون نے تعارف کراتے ہوئے کہا،" مس شامیہ، آپ ہمارے دوست ہیں کپتان مرشد اور مرشد صاحب، یہ مس شامیہ ہیں جو آپ کے جہاز کا پیچھا کریں گی۔"

مرشد نے ایک نظر مس شامیہ پر ڈالی۔ اُس کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت جھلک رہی تھی۔ اس نے اپنے دستانے پر ہاتھ پھیرا اور مرشد ایک ہی نظر میں سارا معاملہ سمجھ گیا۔ دستانے کا راز اب کھلنے والا ہی تھا۔

مرشد جب طیارے پر سوار ہونے کے لیے رخصت ہوا تو ہم سب بہت گرم جوشی سے ملے۔ آزونا نے بہت آہستہ سے کہا،" صاحب جی، اب بھی وقت ہے۔ آپ مان جائیے نا۔ دیکھیے میں اس میں خطرے کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔"

مرشد نے اس کا کندھا تھپتھپا کر کہا،" اللہ حافظ، اِن شا اللہ پھر ملیں گے۔"

ہارون نے کہا،" تم مس شامیہ سے ریڈیو کے ذریعہ سے بات چیت کر سکتے ہو۔ تم کیمرے کے نزدیک ہی رہنا تاکہ ہم اس مصنوعی جنگ کی تصویریں لے سکیں۔ تمھارے پیچھے شامیہ کا جہاز ہو گا۔ تم دونوں کے جہازوں میں مصنوعی اسلحہ اور گولا بارود ہے جسے تم موقع موقع سے استعمال کرتے رہو گے۔"

ذرا دیر بعد مرشد اور شامیہ کا جہاز ہوا میں تھا۔ ان کے اوپر ایک اور جہاز تھا جو

دونوں کی تصویریں لے رہا تھا۔

مس شامیہ کی آواز گونجی، "تم تیار ہو؟"

مرشد نے کہا" جی ہاں میں تیار ہوں۔"

مس شامیہ بولی، "مجھے آج کے دن کا بہت شدت سے انتظار تھا۔ تم نے میرے بھائی کو تبریز میں ہلاک کیا، میں آج تم سے اس کا بدلا لوں گی۔ مجھے اس فلم سے کوئی غرض نہیں۔ جوں ہی میں تمھارا جہاز گراؤں گی، فوراً بھاگ کر اسرائیل میں اپنے دوستوں کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ اس مقابلے میں مجھے تم پر یہ برتری حاصل ہے کہ میرے پاس اصلی بارود ہے اور تمھارے پاس نقلی۔ مجھے تم سے بس یہی کچھ کہنا تھا۔ اوور (یعنی ختم)"

اس کے ساتھ ہی کلک کی آواز سنائی دی اور گفت گو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ مرشد مس شامیہ سے صحیح صورتِ حال بیان کرنا چاہتا تھا لیکن شامیہ نے اس کا موقع ہی نہ دیا۔ وہ تو انتقام میں اندھی ہو رہی تھی۔ شامیہ اچانک ہی مرشد کے جہاز کی دم پر حملہ آور ہوئی۔ اُس نے بہت مہارت سے جہاز کو بچایا۔ وہ کئی دفعہ مرشد کے جہاز پر حملہ آور ہوئی۔ وہ کبھی جہاز کو اچانک موڑ لیتا، کبھی یک لخت اوپر لے جاتا، کبھی غوطہ مار کر بالکل نیچے لے آتا۔ اس

کا ئیر چکرانے لگا اور جوڑ جوڑ دُکھنے لگا۔ ایک دفعہ جب شامیہ، مرشد کے بالکل نیچے پرواز کر رہی تھی، مرشد نے اپنے جہاز کی دُم اس کے جہاز کے انجن سے ٹکرانی چاہی لیکن شامیہ بہت ہوشیاری سے جہاز کو بچا کر لے گئی۔

اچانک کپتان مرشد کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے دانت پر دانت جما کر کہا، "اب تم میری ہوشیاری کا کمال دیکھو۔"

وہ بالکل زمین کے ساتھ ساتھ پرواز کرنے لگا۔ اس کے سامنے ٹیلی فون کی تاریں تھیں۔ وہ ان کے نیچے سے جہاز کو گزار کر لے گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے مس شامیہ تھی۔ وہ جوشِ جنون میں تاروں کو نہ دیکھ سکی اور اگر اس نے دیکھا بھی ہو گا تو بہت دیر بعد۔ اس کا جہاز تاروں سے ٹکرا گیا۔ شاید اُس کے پنکھوں میں کچھ خرابی ہو گئی تھی، وہ ڈگمگانے لگا۔ آخر وہ ایک طرف کو جھک گیا اور کچھ دیر کے بعد وہ زمین پر جا گرا۔ خوش قسمتی سے جہاز سیدھا گرا تھا۔ جہاز سے دھوئیں کے بادل نکلنے لگے۔ اِک ذرا سی چنگاری سے اس میں آگ لگ سکتی تھی۔ کپتان مرشد نے بھی جہاز کو زمین پر اُتار دیا۔ جہاز زمین پر اُتر کر دُور تک ریت میں گھسٹتا چلا گیا۔ ہر طرف گرد و غبار کے بادل چھا گئے۔ کپتان مرشد شامیہ کے جہاز کی طرف دوڑا۔ وہ مس شامیہ کی جان بچانا چاہتا تھا۔ وہ جہاز میں فاتحانہ انداز سے بیٹھی ہوئی تھی۔

کپتان مرشد کو آتا دیکھ کر اس نے پستول نکال لیا اور اس کا رُخ مرشد کی طرف کر دیا۔ وہ چلّایا، "اللہ کے لیے پستول مت چلانا۔"

یہ کہتے ہی وہ زمین پر گر پڑا۔ یہ اس نے اچھا ہی کیا، کیوں کہ مس شامیہ نے گولی چلا دی تھی۔ شعلے کی گرمی سے دھوئیں نے آگ پکڑ لی اور جہاز جلنے لگا۔ فائر بریگیڈ یعنی آگ بجھانے والے عملے نے آگ پر قابو پانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کام یاب نہ ہو سکے اور جہاز جل کر بالکل تباہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ظالم یہودی عورت بھی جل کر راکھ ہو گئی۔

فلم کا مینیجر ہارون دوڑتا ہوا کپتان مرشد کے پاس پہنچا اور بولا، "مجھے اس حادثے پر بہت افسوس ہے، لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے چیک بُک نکالی اور پچاس ہزار ڈالر کا چیک کاٹ کر مرشد کو دینے لگا۔ وہ بولا، "مجھے یقین ہے کہ فلمی میلے میں ہماری فلم اوّل آئے گی۔ اس میں جنگ کے منظر بالکل اصلی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ تمھاری کوششوں سے ہوا۔ اس لیے میں تمھیں پچاس ہزار ڈالر کا چیک بہ طور انعام پیش کرتا ہوں۔"

کپتان مرشد نے اس کا ہاتھ نفرت سے جھٹک دیا اور بولا، "ذلیل شخص، اپنا پیسہ اپنے پاس رکھ۔ مجھے پہلے تم سے کچھ حساب کتاب چُکانا ہے۔"

"کیسا حساب؟" ہارون لاعلم بن کر بولا۔

ہم سب ہارون کو کھینچتے ہوئے ایک کمرے میں لے گئے۔ مرشد نے غصّے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا، "مجھے یقین ہے کہ تم مس شامیہ کے متعلق اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ یہودن ہے۔"

ہارون اکڑ کر بولا، "ہاں تو پھر؟"

مرشد تیز لہجے میں بولا، "اور تمھیں یہ بھی علم ہوگا کہ اس کے بھائی کو میں نے تبریز کے پہاڑی علاقے میں مار ڈالا تھا۔"

ہارون بولا، "یہ بھی درست ہے۔ مجھے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ مس شامیہ کے بھائی کو آپ نے مار ڈالا ہے۔ تب مجھے یہ خیال سوجھا کہ میں آپ دونوں کا آمنا سامنا کروا دوں، وہ اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے بھرپور کوشش کرے گی اور آپ اپنا بچاؤ کریں گے۔ اس طرح جو فلم بنے گی وہ بالکل اصلی جنگ ہوگی۔

مرشد نے کہا، "کیا تمھیں معلوم ہے کہ مس شامیہ کے پاس اصلی گولا بارود تھا۔"

ہارون ہنس کر بولا، "جی ہاں، یہ بات بھی درست ہے۔ جب کافی دیر تک مقابلے کے بعد وہ آپ کا جہاز گرا کر بھاگ جاتی تو ہمارے دونوں مقصد حل ہو جاتے، یعنی فلم بھی بن جاتی اور اسرائیل کا دشمن بھی ہلاک ہو جاتا۔"

یہ کہتے ہی اس نے پستول نکال لیا اور کڑک کر بولا، "بدبختو، اب تمھارا آخری وقت آ پہنچا۔"

مرشد نے بہت سکون سے کہا، "ایک آخری سوال اور پوچھنا ہے۔ کیا وہ دستانہ تم نے

بھیجا تھا؟"

"ہارون بولا،"ہاں، اس دستانے کا مطلب تھا کہ اب تم خبردار ہو جاؤ۔ تمھارا انجام آپہنچا ہے۔"

ہارون کے چہرے کے نقوش بھیانک ہو گئے۔ وہ بولا،"اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ایک دو ــــ ڈھائیں!"

ڈھائیں کی آواز کے ساتھ ہی ایک معجزہ سا ہو گیا، یعنی ہارون لڑکھڑا کر آگے کی طرف گرا۔ اس کے سر سے خُون اُبل رہا تھا۔ اس وقت آزونا لپک کر آگے بڑھا اور اس نے ہارون کی جیب سے نوٹ بک اور پچاس ہزار کا چیک نکال لیا۔

میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن مجھے گولی چلانے والا کہیں نظر نہیں آیا۔ اوپر روشن دان سے کسی نے کہا،"اللہ کا شکر ہے کہ وہ بدکردار اپنے انجام کو پہنچا۔"

روشن دان میں مصری پولیس کے جوان کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ یہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ علامہ نے مصری پولیس سے رابطہ قائم کر کے انھیں اپنے شک و شبے سے آگاہ کر دیا تھا۔ اُس وقت سے کئی پولیس والے ہارون کی نگرانی کر رہے تھے۔ مصری پولیس نے فلم کمپنی کے دفتر پر چھاپہ مار کر اس کے تمام کام کرنے والوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے بہت سے یہودی نکلے جو مصری حکومت کے خلاف کام کر رہے تھے۔

ہمیں مصری حکومت نے بہت انعام دیا۔ سب سے بڑا انعام تو آزونا نے مرشد کو دیا۔ وہ پچاس ہزار ڈالر کا چیک تھا جو اس نے ہارون کی جیب سے نکال لیا تھا۔

آزونا نے کہا،"صاحب جی، اب آپ بالکل انکار نہ کیجیے گا۔ یہ آپ کی جائز کمائی ہے۔ یہ آپ کا حق ہے۔"

علامہ نے بھی تائید کی،"ارے میاں، رکھ لو اسے۔ یہ تمھارے پسینے اور اس مردود یہودی کے گاڑھے خون کی کمائی ہے۔"

آزونا نے چیک مرشد کی جیب میں ٹھونس دیا۔

مگر یہ کیوں؟

گُل رُخ، حیدرآباد

میں نے نماز سے فارغ ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ سڑک پر کچھ شور سا سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت سارے لوگ مل کر چیخ رہے ہوں۔ ابھی میں ان آوازوں پر غور کر ہی رہا تھا کہ فضا میں کچھ جلنے کی ناگوار سی بُو پھیلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں جلدی سے گیلری کی طرف گیا تاکہ حالات کا اندازہ لگا سکوں۔ ارے یہ تو وہی پرانا منظر تھا۔ ہاں بالکل ویسا ہی جب ہم آزادی کے جذبے سے سرشار، جوش و جذبے سے بے حال نعرے لگایا کرتے تھے: "پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ"

میرے ساتھ میری انگلی پکڑے ہوئے میرا بیٹا آذر ہوا کرتا تھا۔ بچّے، بوڑھے، نوجوان، عورتیں، طالبات، سب کو ایک ہی دُھن تھی، سب کا ایک ہی مشن تھا، سب کا ایک ہی اللہ تھا اور ایک ہی رسولؐ، ہمارا قرآن بھی ایک ہی تھا اور ہم سب کے دلوں میں ایک ہی آرزو تھی۔ ایک پاک وطن کی آرزو، ہم سب کے لبوں پر نعرہ بھی ایک تھا۔

"لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندُستان"

اور پھر اللہ نے ہم پر اپنا کرم کیا۔ اس نے ہمیں ہمارے خواب کی تعبیر عطا کی اور قائدِ اعظم کی پُرخلوص قیادت میں ہمیں ایک آزاد اور عظیم وطن عطا کیا۔ آہ! کیا قیامت کا منظر تھا جب بہنوں کے سروں سے ظالم دوپٹے نوچ رہے تھے، جب کنویں غیرت مند بہنوں اور بیٹیوں کی لاشوں سے بھر گئے تھے۔ جب ماؤں کے سامنے ان کے جگر گوشوں کو نیزوں پر اُچھالا جا رہا تھا لیکن قیامت کے اس منظر میں بھی دلوں کی لگن برقرار تھی۔ پاک اور آزاد وطن میں سانس لینے کی خواہش سب کے دلوں میں بیدار تھی اور ہمارے لبوں پر اس وقت بھی پاکستان زندہ باد کا نعرہ تھا۔

لیکن یہ کیا؟ نیچے سڑک پر جمع ہونے والے نوجوان کیا نعرے لگا رہے ہیں؟ ان کے اندر بھی جوش ہے اور لگن ہے، لیکن یہ سڑک پر چلنے والی گاڑیوں پر پتھر کیوں برسا رہے ہیں؟ انھیں آگ کیوں لگا رہے ہیں؟ یکایک میں خواب سے چونک گیا۔ ایک بڑا سا پتّھر ہمارے گھر کے دروازے سے آٹکرایا تھا۔ میں وہاں سے ہٹ کر کمرے میں آگیا، لیکن میرا ذہن منتشر تھا۔ میں سوچ رہا تھا کس کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ ہر دوسرے دن یہ لوگ آگ اور خون سے کیوں کھیلتے ہیں۔ انھوں نے تو آنکھ کھولتے ہی آزادی کا لطف اٹھایا ہے۔ ان نوجوانوں نے تو غلامی کی کالی راتیں بھی نہیں دیکھی ہیں۔

پھر آخر یہ اپنے گھروں کو، اپنی چیزوں کو اپنی عمارتوں کو آگ کیوں لگا رہے ہیں؟ اپنے بھائیوں پر گولیاں کیوں برسا رہے ہیں؟ میں نے ارادہ کیا کہ نیچے جا کر ان سے پوچھوں کہ تم اس چمن کو کیوں برباد کر رہے ہو، جس نے تمھاری آبیاری کی ہے۔ تم تو ایک حسین وطن کے وارث ہو، تم ہی اس کے مالک ہو، تم اپنی اس میراث کو کیوں برباد کر رہے ہو؟ میں باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ میرا پوتا ثاقب جو یونی ورسٹی کا طالب علم ہے لڑکھڑاتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ اس کے ماتھے سے خون بہ رہا تھا اور اس کے ہاتھ خون میں بھرے ہوئے تھے۔ لیکن اسے اس خون کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ بتا رہا تھا کہ یہ مظاہرہ یونی ورسٹی کے لڑکوں نے ایک استاد کے خلاف کیا ہے، جنھوں نے کئی لڑکوں کو نقل کرنے سے روک دیا اور اُن کے پرچے منسوخ کر دیے۔ ثاقب کا خیال تھا کہ بڈھے پروفیسر کی اصول پرستی کی وجہ سے لڑکوں کا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ بھلا ڈگری حاصل کیے بغیر وہ کس طرح آگے بڑھ سکتے ہیں۔

میں نے اسے ٹوکا کہ بیٹا، تم لوگ غلط راستے پر جا رہے ہو کیوں کہ تعلیم کا مقصد ڈگریوں کا حصول نہیں ہوتا۔ تعلیم تو انسان کے کردار کو سنوارتی ہے، اسے دنیا کی اونچ نیچ سمجھاتی ہے۔ ذرا سوچو تو جب تمھاری بنیادیں ہی کم زور ہوں گی تو تمھارے علم کی اور تمھارے کردار کی عمارت کیسے مضبوط ہوگی اور علم کے بغیر تم دنیا میں کیسے زندگی گزارو گے۔ پروفیسر صاحب نے غلامی کا چہرہ دیکھا ہے، اس لیے وہ تمھیں بھی ان برائیوں سے بچانا چاہتے ہیں جو تمھیں ماضی کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ وہ تمھیں ایسا سرمایہ دینا چاہتے ہیں جو تمھیں آگے بڑھنے میں مدد دے، یعنی وہ تمھیں علم کے ہتھیار سے لیس کرنا چاہتے ہیں۔ سوچو اگر بغیر پڑھے لکھے ڈگری مل جائے تو اس سے تمھیں کیا فائدہ ہوگا۔ تم ہمیشہ جاہل اور دوسروں کے محتاج رہو گے۔ تمھارا خون اتنا سستا تو نہیں، اللہ کے لیے اسے ضائع نہ کرو۔ اسے بچا کر رکھو، سرحدوں کی حفاظت کے لیے، اسے بچا کر رکھو اپنے گھروں کی حفاظت کے لیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن تمھیں کم زور جان کر اپنے ارادوں میں کام یاب ہو جائے اور تمھیں ایک مرتبہ پھر غلام بنا لے۔ میرے بچے! ذرا اپنی صفوں کا جائزہ تو لو، کہیں ان صفوں میں کالی بھیڑیں تو نہیں چھپ کر شامل ہو گئی ہیں۔

"ارے، یہ کس کا گھر ہے جس نے باہر کی بجلی دوپہر تک بند نہیں کی۔"

"ہوگا کسی کا، ہمیں کیا؟ اس کا نقصان ہے وہ اپنا پیسہ جیسے چاہے خرچ کرے"۔

"پیسہ تو اس کا ہے مگر ملک میں بجلی کی کمی ہے، بجلی ضروری کاموں کے لیے ہے۔ اگر اس کے پاس پیسہ بہت ہے تو وہ اچھے کاموں اور غریبوں کی مدد میں خرچ کرے۔"

صحت مند نونہال

فاروق عمر پاشا، کراچی

عبدالرشید قریشی، شہدادپور

عامر حسین مصطفیٰ، کراچی

اشفاق میمن، مورو

فرحین اعجاز، کراچی

ندیم اعظم، سلھوکے

شوکت علی، کراچی

اظہار القیوم، راولپنڈی

احمد شیراز، کراچی

طاہر ندیم، ایبٹ آباد

انور ابراہیم، کراچی

پرنس خرم خاں، سکھر

شہزاد حنیف، کراچی

عادل عرفان، ایبٹ آباد

آج کا نونہال - کل کا دانشور

اسے تیار کیجیے کہ فکر و شعور کا اُجالا کر سکے

قوموں کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے اس کے دانش ور اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ کا یہ ننھا منا بچہ وطنِ عزیز کے روشن مستقبل کا امین ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اس میں ایک بڑی شخصیت پوشیدہ ہے... ہوسکتا ہے کل یہ ایک دانشور کی حیثیت سے ملک و ملت کے لیے مشعل راہ بنے۔

اس کی صلاحیتوں کو ابھارنے اور شخصیت کو نکھارنے کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے پورا کیجیے۔ اپنے بچے کی پرورش نہایت محنت، محبت اور توجہ سے کیجیے تاکہ کل یہ ایک مضبوط و توانا جسم، بہتر تعلیم اور صحت مند ذہن کے ساتھ وطنِ عزیز میں فکر و شعور کا اجالا کر سکے۔

نونہال ہربل گرائپ واٹر بچوں کی تکالیف مثلاً بدہضمی، قبض، اپھارہ، اسہال، قے، بے خوابی، پیاس کی شدت وغیرہ کے لیے مفید و مؤثر دوا ہے۔ دانت آنے کے زمانے میں اس کا استعمال ضروری ہے۔

Adarts 2/84

مُسکراتے رہو

• برطانوی وزیرِ اعظم ایک عام جلسے میں تقریر کر رہے تھے۔ اچانک پنڈال کے باہر ایک گدھے نے رینکنا شروع کر دیا۔ انھوں نے تقریر جاری رکھی۔ اس پر پیچھے سے آواز آئی: "ایک وقت میں ایک جناب۔"

• ایک انگریز سیاح نے جو چینی زبان نہیں جانتا تھا، مینو کی آخری سطر پر انگلی رکھتے ہوئے بیرے سے کہا کہ وہ اس ڈِش کی ایک پلیٹ لے آئے۔ بیرے نے جو انگریزی جانتا تھا، مسکراتے ہوئے کہا: "معاف کیجیے جناب! آپ کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے گی، کیوں کہ یہ ہمارے ہوٹل کی مالکہ کا نام ہے۔"

مرسلہ: فوزیہ ثمرین صدیقی، کراچی

• ایک دن مُلّا نصر الدین رمضان میں کھانا کھا رہے تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا تو پوچھا کہ آپ رمضان میں کھانا کھا رہے ہیں۔ ملّا نے جواب دیا کہ آپ اس پلیٹ کو رمضان کہتے ہیں۔ میں تو اسے پلیٹ کہتا ہوں اور میں پلیٹ میں کھانا کھا رہا ہوں رمضان میں نہیں۔

مرسلہ: محمد عامر شباب، کوئٹہ

• ایک شخص ماہرِ نفسیات کے پاس گیا اور بولا، "میں بڑا پریشان ہوں ڈاکٹر، ہر وقت سوچتا رہتا ہوں کہ میں گھوڑا بن گیا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں تمھارا علاج کر سکتا ہوں۔" ماہرِ نفسیات نے جواب دیا، "لیکن میری فیس بہت زیادہ ہے۔"

"رقم کی کوئی فکر نہ کریں۔" اس شخص نے کہا، "میں نے اسی مہینے گھوڑوں کی دوڑ میں اوّل آ کر لاکھوں رُپے جیتے ہیں۔"

مرسلہ: محمد سعید عباس، کراچی

• عمران اپنے دوست عامر سے: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جس بس میں سوار تھا اس کا اتنا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا کہ میرے علاوہ سب مر گئے۔

عامر: لیکن تم کیسے بچ گئے؟

عمران: میں مرنے ہی والا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

مرسلہ: خادم حسین اور سعید احمد محمودی، ہنگورد

• میوہ منڈی کا ایک مال دار کاروباری اپنے ملاقاتی کو اپنی نئی کوٹھی دکھا رہا تھا۔ جب وہ پوری کوٹھی دکھا چکا تو کہنے لگا:

"میں چاہتا ہوں کہ یہ مکمل ہو کر ایسی ہو جائے

کہ ایک شریف آدمی اس میں رہ سکے۔"

ملاقاتی نے کہا، "اچھا تو گویا آپ اسے کرایہ پر چڑھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

مرسلہ: عامر زیدی، حیدرآباد

● ایک شخص نے اپنے دوست سے پوچھا: ماموں سے تمھاری لڑائی کس بات پر ہوگئی؟

دوست: برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ میں نے کبھی انھیں اپنا سوٹ، ہیٹ اور جوتے پہننے سے نہیں روکا۔ لیکن جب انھوں نے ڈائننگ ٹیبل پر میرے ہی دانت لگا کر مجھ پر ہنسنا شروع کیا تو میں برداشت نہ کرسکا۔ مرسلہ: محمد عامر ایاز، لطیف آباد

● ایک دفعہ امتحان کے کمرے میں ایک لڑکا سامنے والے لڑکے کے پرچے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ استاد نے پوچھا، "کیا کر رہے ہو؟" وہ گھبرا کر بولا، "جی، دیکھ رہا ہوں کہ اس نے میرے پرچے کی نقل تو نہیں کی۔"

مرسلہ: ضیاء الرحمٰن، کراچی

● شوہر اپنی بیوی سے:

ناقابلِ یقین سی بات ہے لیکن انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یورپ کے ایک محقق نے لکھا ہے کہ جو آدمی جتنا زیادہ بے وقوف ہوتا ہے اس کو اتنی ہی زیادہ خوبصورت بیوی ملتی ہے۔

بیوی شوہر کی بات سن کر بولی:

بس بس میری تعریف کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام بھی کرلیا کرو۔ مرسلہ: شاہد شفیق، جھڈو

● آدمی (حجام سے) کبھی تم نے گدھے کی حجامت کی ہے؟

حجام: اتفاق تو نہیں ہوا۔ بیٹھو کوشش کرتے ہیں، شاید بن جائے۔ مرسلہ: محمد خالد شفیق، جھڈو

● وکیل: (موکل سے) جب میں چھوٹا تھا تو میری یہ خواہش تھی کہ میں بڑا ہو کر لٹیرا بنوں۔

موکل: آپ خوش قسمت ہیں، ورنہ اس دنیا میں سب کی خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔

مرسلہ: عابد حسین، نوابشاہ

● ڈاکٹر مریض سے: میں نے اپنی فیس بالکل واجبی بتائی ہے، ویسے آپ کی مرضی ہے مگر جاتے جاتے یہ تو بتا دیجیے کہ وہ کون سا ڈاکٹر ہے جو بغیر پیسے لیے دانت نکال دے گا۔

مریض: ایک صاحب سے میں نے قرض لیا ہے۔ وہ آج مجھے دھمکی دے گئے ہیں کہ شام تک ان کی رقم نہ ملی تو وہ میرے دانت نکال دیں گے۔

مرسلہ: آشر منیر جلال، کراچی

● چند دوست ایک جگہ حلوا کھا رہے تھے کہ ایک مفت خورہ وہاں آیا اور کہنے لگا: تم لوگ کیا کھا رہے ہو؟

ایک دوست جل کر بولا: زہر۔

مفت خورہ بولا: تمھارے بغیر میرا جینا بے کار ہے۔

یہ کہہ کر مفت خورہ بھی کھانے میں شامل ہوگیا۔

مرسلہ: محمد سلمان حسن، کراچی

ایک انگریز اور افریقی ایک ہی ڈبے میں سفر کر رہے

تھے۔ انگریز کو افریقی سے وحشت آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر افریقی نے انگریز سے کہا، "جناب! آپ مجھ سے بددل نہ ہوں، کیوں کہ میری رگوں میں بھی انگریز کا خون دوڑ رہا ہے۔"

"وہ کیسے؟" انگریز نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے آباؤ اجداد نے ایک انگریز کو کھا لیا تھا۔" افریقی نے جواب دیا۔

مرسلہ: شبانہ تبسم، کراچی

• استاد: گرمیوں میں پھیلنے اور سردیوں میں سکڑنے کی کوئی ایک مثال دو۔

شاگرد: جناب گرمیوں میں چھٹیاں پھیل کر دو ماہ کی ہو جاتی ہیں اور سردیوں میں سکڑ کر صرف پندرہ دن کی رہ جاتی ہیں۔ مرسلہ: دل عزیز احمد صدیقی، کراچی

• دماغی اسپتال میں ایک مریض کا دعوا تھا کہ وہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا بیٹا ہے۔ آخر اس کا آپریشن کر دیا گیا۔ آپریشن کام یاب رہا۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر پوچھا، "اب تو تم لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بیٹے نہیں ہو؟"

"جی نہیں .... میں بھول گیا تھا میں دراصل لیڈی ماؤنٹ بیٹن کا بیٹا ہوں۔"

• ایک پاگل: تم نے کہاں تک پڑھا ہے؟

دوسرا پاگل: ایم۔ اے تک۔ اب سوچ رہا ہوں میٹرک بھی کر لوں۔ مرسلہ: نوید ظفر انوار، کراچی

• مُلّا نصرالدین نے سنا تھا کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا جسم بالکل سرد ہو جاتا ہے۔ ایک دن وہ اپنے گدھے کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ سردی کی وجہ سے ان کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ انھوں نے سمجھا کہ شاید میں مر گیا ہوں۔ لہٰذا وہ زمین پر بے سُدھ لیٹ گئے۔ ایک آدمی وہاں آیا اور مُلّا کا گدھا لے کر چلتا بنا۔ مُلّا اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے اور پھر بولے، "بچّو! اگر مرحوم مُلّا نصرالدین زندہ ہوتے تو تمھیں اس چوری کا مزہ چکھاتے۔"

مرسلہ: طارق عزیز، لاہور

• ایک سیّاح نے مقامی کسان سے پوچھا، "کیسی گزر رہی ہے؟"

کسان بولا، "مزے سے۔ مجھے درخت کاٹنے تھے۔ آندھی آئی، سب گر پڑے۔ میں زحمت سے بچ گیا۔ گھاس جلانی تھی، آسمانی بجلی گری سب جل گئی۔ مجھے تکلیف نہیں کرنی پڑی۔"

سیّاح: "بہت خوب! اب کیا ارادے ہیں؟"

کسان: "بس اب زلزلے کا انتظار ہے کہ نیچے کی زمین اوپر ہو جائے تو میں آلو اکھاڑنے سے بچ جاؤں۔"

مرسلہ: حسن مہدی خراسانی، کراچی

• ایک عورت نے اپنی سہیلی کو بتایا:

آج صبح میں نے بڑی فراخ دلی دکھائی۔ ایک نکمّے کو پورے دس رُپے دے ڈالے۔

سہیلی: پھر تمھارے شوہر نے کیا کہا۔

عورت: کہتے کیا، بار بار شکریہ ادا کرتے رہے۔

مرسلہ: حافظ محمّد اکرم سیال حیدر، چاہِ سیالاں

*

لحمیات (پروٹینز) کے وجود سے روئے زمین پر حیات ممکن ہوئی!

حیاتِ انسانی اور صحت جسمانی کے لیے لحمیات (پروٹینز) خوراک کا ناگزیر حصہ ہیں۔ انسان کی انفرادیت و شخصیت اور اعمال و وظائف کی تکمیل اور خیالات کی توانائی لحمیات کے بغیر ممکن نہیں۔ لحمینا چنیدہ جڑی بوٹیوں، پروٹینز، کاربوہائیڈریٹس اور دیگر اجزا کا ایک متوازن مرکب ہے۔

روزانہ کے تھکا دینے والے کام جب جسم انسانی کے کل پرزوں کو کمزور کر دیتے ہیں، تو وہ صرف پروٹینز سے دوبارہ نشوونما حاصل کرتے ہیں۔

لحمینا بجا طور پر جسم انسانی کے لیے ایک مفید اور قابل اعتماد نیچرل ٹانک ہے

لحمینا کا روزمرہ باقاعدگی سے استعمال جسم انسانی کی نشوونما کو برقرار رکھتا ہے اور جسم میں توانائی پیدا کرتا ہے۔

خاندان کے ہر فرد کے لیے ایک نیچرل ٹانک

لحمینا — برائے اسٹیمنا

ہمدرد

ہم خدمت خلق کرتے ہیں

احسان کا بدلہ نہ ادا کر سکو تو شکریہ ادا کرو۔

Adarts L A 1/81 R

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہال ادیب

حمدِ باری تعالیٰ

پسند: کرن نورین

سورج میں چمک تیری
مہتاب نشاں تیرا
تاروں کی تجلی میں
جلوہ ہے عیاں تیرا
پھل پھول شجر کانٹے
کرتے ہیں بیاں تیرا
چہکار میں چڑیوں کی
ہوتا ہے نشاں تیرا
بہتے ہوئے پانی میں
اک رنگ عیاں تیرا
مچھلی کی زباں پر بھی
ہے نام رواں تیرا
سورج میں چمک تیری
مہتاب نشاں تیرا

نعت رسول مقبولؐ

پسند: محمد حسین کھتری، کراچی

ہم دل سے ہیں تم پر فدا حضرت محمد مصطفیٰؐ
تم نے خدا کے حکم سے ڈنکا بجایا دین کا
پھیلا کے نور اسلام کا جگ میں اُجالا کردیا
ایمان کا انصاف کا پیغام دنیا کو دیا
دنیا میں ہم کیا کچھ کریں کیا ہے بھلا کیا ہے بُرا
اور کیا ہے حق اللہ کا یہ سب ہمیں سمجھادیا
ہر بات میں سو خوبیاں ہر قول حکمت سے بھرا
آؤ پڑھیں اس نام پر
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

نماز

پسند: شازیہ اکمل، کراچی

ایک روز مومنو تمھیں مرنا ضرور ہے
پڑھتے رہو نماز یہ قولِ رسولؐ ہے
اے مومنو نماز سے ہو جاؤ گے دلی
کِھل جائے گی تمھارے بھی دل کی کلی کلی
اے مومنو نماز خُدا سے ملائے گی

مرنے کے بعد گلشنِ جنّت دلائے گی
ساری عبادتوں میں عبادت نماز ہے
اے مومنو کہ دین کی دولت نماز ہے

جاگو جگاؤ

پسند: وارث جمال صدیقی، کراچی

دانش ور کا قول سنو
سوچو سمجھو غور کرو
اپنے دل میں عہد کرو
روشن ہر تقدیر کرو
یعنی تم سورج بن جاؤ
خود جاگو دنیا کو جگاؤ

آنکھوں میں تابندہ کرن ہے
ایک ہی مقصد ایک لگن ہے
ہونٹوں پہ بس ایک سخن ہے
پھولوں سے توقیرِ چمن ہے
پھول بنو گلشن مہکاؤ
خود جاگو دنیا کو جگاؤ

ممکن ہو تو چین بھی جاؤ
علم کے موتی رول کے لاؤ
تاریکی کو نور بناؤ
حکمت کو سمجھو سمجھاؤ
خود جاگو دنیا کو جگاؤ

اپنے سلف کی جانب دیکھو
کیسے تھے وہ لوگ یہ سوچو
ان کو ان کے علم میں ڈھونڈو
ان جیسے تم بھی بن جاؤ
خود جاگو دنیا کو جگاؤ

اک تارا

پسند: ارم افشاں، کراچی

سات ستاروں کی اِک ٹولی
کھیل رہی تھی آنکھ مچولی
چور تھا اِک دُم دار ستارہ
پھرتا تھا وہ مارا مارا
مشرق جاتا مغرب جاتا
دونوں سمتوں کو وہ ملاتا
تارے اس کے ہاتھ نہ آتے
دوڑ کے بادل میں چھپ جاتے
اِک دن میں نے لیٹ کر سوچا
کاش کہ میں اِک تارا ہوتا

علم

پسند: سید عبدالوہاب اور عبدالحسیب میمن، ٹنڈو جام

وقت بے کار گر گزارو گے
زندگی کس طرح سنوارو گے
علم سے آدمی کی عزت ہے
علم انسان کی ضرورت ہے
چڑیا جب گھونسلا بناتی ہے
تنکے محنت سے چُن کے لاتی ہے
صرف محنت میں سَربلندی ہے

اس کے ہمراہ فتح مندی ہے
جس کو محنت سے پیار ہوتا ہے
صرف وہ باوقار ہوتا ہے
دولتِ علم جس کے پاس آئی
پھر ترقی بھی اس کو راس آئی
پڑھ کے اونچا مقام پاؤ تم
اچھے لوگوں میں نام پاؤ تم

تتلی

پسند: میر نواز، کراچی

پھولوں کی شہزادی تتلی
باغوں کی آبادی تتلی
رنگ برنگے پَر پھیلائے
گلی گلی وہ اُڑتی جائے
بچّوں کے وہ ہاتھ نہ آئے
ہاتھ آئے تو رنگ جمائے
پھولوں کا منہ چوم رہی ہے
خوش بُو سے وہ جھوم رہی ہے

میرا وطن

پسند: راحیلہ نرگس، سعید آباد

اے وطن تو ہمیشہ ہی قائم رہے
اور ہواؤں میں اُڑتا یہ پرچم رہے
تیری مٹی ہمیں جاں سے پیاری رہے
آبرو تجھ سے قائم ہماری رہے
اے وطن لہلہاتی رہیں کھیتیاں
اور شاداب و دل کش رہیں وادیاں
آنے والے ترے کل کے معمار ہم
خون سے اپنے سینچیں گے گلزار ہم

شفق

پسند: رضوان احمد، کوٹری

شفق پھولنے کی بھی دیکھو بہار
ہوا میں کِھلا ہے عجب لالہ زار
ہوئی شام بادل بدلتے ہیں رنگ
جنھیں دیکھ کر عقل ہوتی ہے دنگ
نیا رنگ ہے اور نیا روپ ہے
ہر اک روپ میں بھی نئی دھوپ ہے
طبیعت ہے بادل کی رنگت پہ لوٹ
سنہری لگائی ہے قدرت نے گوٹ
ذرا دیر میں رنگ بدلے کئی
بنفشی و نارنجی و چمپئی
یہ کیا بھید ہے! کیا کرامات ہے
ہر اک رنگ میں اِک نئی بات ہے
یہ مغرب میں جو بادلوں کی ہے باڑ
بنے سونا چاندی کے گویا پہاڑ
فلک نیل گوں اس میں سرخی کی لاگ
ہرے بَن میں گویا لگادی ہے آگ
اب آثار ظاہر ہوئے رات کے
کہ پردے چھٹے لال بانات کے

رمضان المبارک کی فضیلت

جاوید عبدالکریم، کراچی

رمضان کے روزے تمام عاقل اور بالغ مسلمانوں پر فرض ہیں۔ رمضان کا مہینہ بڑا فضیلت، عظمت اور برکت والا مہینہ ہے۔ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس مہینے میں قرآن مجید نازل ہوا، جو سارے انسانوں کے لیے شمعِ ہدایت ہے۔

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رمضان کو "شَھْرُ الصَّبْر" یعنی صبر کا مہینہ قرار دیا ہے۔ اسی مہینے میں ایک ایسی مبارک رات ہے کہ وہ خیر و برکت میں ایک ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ "پس جو شخص بھی تم میں سے اس مہینے کو پائے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔"

روزہ روح کی غذا ہے، روزہ جسم کی زکوٰۃ اور بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا براہِ راست تعلق اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ روزہ ایک ڈھال ہے جو انسان کو گناہوں سے روکتا ہے۔

یہ مہینہ تمام مہینوں کا سردار ہے۔ اس مبارک مہینے میں جو شخص اللہ کی خوش نودی کے لیے عبادت کرے گا، اس کی ہر عبادت کا ثواب کئی کئی گنا زیادہ ملے گا۔

نماز فرض ہے ہر ایک پر

زرین سلطان احمد، کراچی

کیا آپ نے کبھی اپنے اِرگرد غور کیا ہے؟ اگر نہیں تو غور کریں کہ آپ کے علاقے میں مسجدیں موجود ہیں، جہاں سے دن میں پانچ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی صدا بلند ہوکر آپ تک پہنچتی ہے کہ "آؤ بھلائی کی طرف آؤ نیکی کی طرف۔"

مگر اس وقت تو ہم کسی کام میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس طرف کون دھیان دے۔ سب جانتے ہوئے بھی ہم عمل نہیں کرتے کہ نماز ہر مسلمان پر فرض ہے۔ غور کریں کہ نماز پڑھنے سے انسان کتنا خوش رہتا ہے، کتنی ترقی حاصل کرتا ہے، کتنا سکون اور صبر ملتا ہے اُسے۔ کچھ لوگوں نے ترقی کی ہے مگر اسلام سے ہٹ کر۔ اسلام تو صرف نیک راستوں پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام سے ہٹ کر ترقی کی تو کیا کی۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے، تاکہ مسلمان اسلامی اصولوں پر عمل کرکے اپنی زندگی بسر کریں۔ اگر یہ واقعی اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے تو بتائیے کون کونسے اسلامی قانون نافذ ہیں۔ کتنی ناانصافی کررہے ہیں ہم اسلام کے ساتھ۔

زندگی میں انسان صرف اسلام کے اصول پر عمل کرکے ہی آخرت کے عذاب سے نجات پاسکتا ہے۔ نماز اسلام کا پہلا اور اہم رکن ہے اس کو ادا کرنے سے غفلت نہ برتیے۔

عورتوں کا مقام

ثنا رضا رضوی، کراچی

اسلامی معاشرے میں عورتوں کا بڑا احترام ہے۔ اسلام نے عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہر حیثیت سے عزت اور عظمت بخشی اور اس کا مقام اتنا بلند کیا کہ اسلام سے پہلے کسی مذہب اور معاشرے میں عورت کو ایسا شرف اور مرتبہ

حاصل نہیں ہوا تھا۔ حضورؐ کا فرمان ہے، "جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔"

اسلام وہ مذہب ہے جس نے عورت کو تحفظ دیا۔ اسلام سے پہلے عرب میں لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔ کئی مذاہب میں عورت نچلے درجے کی مخلوق سمجھی جاتی ہے جہاں ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے عورت کو زندہ رہنے کا حق عطا کیا۔ اسلامی معاشرے میں عورت بے زبان اور گونگی نہیں ہے۔ اس کا اپنا ایک کردار ہے، وقار ہے، اس کی اپنی ایک شخصیت ہے۔ اس نے اپنے آپ کو صرف چولہے چکی تک محدود نہیں رکھا ہے، بلکہ آگے بڑھ کر اپنے سماج اور معاشرے میں ایک ذمّے دار فرد کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

اسلام سے پہلے عورتوں پر جو مظالم ڈھائے جاتے تھے تاریخ ان کی شاہد ہے۔ ہندو مذہب میں شوہر کی موت پر اس کی چتا کے ساتھ اس کی بیوی بھی زندہ جلا دی جاتی تھی۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے مرد و زن کو مساوی حقوق دیے۔ اگر مرد کو طلاق کا حق ہے تو عورت خلع کا حق رکھتی ہے۔

ماں کی گود بچوں کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ اگر ماں عقل و فہم رکھتی ہے اور نیک اوصاف کی مالک ہے تو یقیناً اس کی اولاد میں وہ خوبیاں پائی جائیں گی جب شخصیت کی تشکیل ہوتی ہے، علم سے زیادہ تربیت اہمیت رکھتی ہے۔ آج ہمارے سامنے کچھ شخصیتیں ایسی ہیں جن کی زندگیاں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ قائدِ اعظمؒ، لیاقت علی خاں، مولانا محمد علی جوہر، علامہ اقبال اور حکیم محمد سعید کی زندگیاں ہمارے لیے مثال ہیں۔ ان سب کو تربیت دینے اور پروان چڑھانے والی ہستیاں مسلمان خواتین تھیں۔ ہم جب اسلامی تاریخ کا ورق اُلٹتے ہیں تو ہمیں عورت ہر مقام پر بلند کردار نظر آتی ہے۔

اسلام نے عورت کو وراثت میں حق دار قرار دیا ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کا حق عورت کو مرد کے برابر دیا گیا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام بہت بلند ہے۔

چھوٹے یا بڑے

عامر یونس، کراچی

"ذیشان! چلو نماز کا وقت ہو رہا ہے۔"

"نہیں فیصل، میں نہیں جا رہا آج نماز پڑھنے۔"

"تم نماز پڑھنے نہیں جاؤ گے؟"

"ہاں ....."

"مگر کیوں؟"

"بس، آج گھر پر ہی پڑھ لوں گا۔"

"پھر بھی وجہ کیا ہے؟"

"وہ نہیں ہیں رفیع صاحب، لمبی سی داڑھی والے، وہ پتا نہیں کیا سمجھتے ہیں مجھے۔ جب بھی میں نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے صف سے نکال کر پیچھے کھڑا کر دیتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ جیسے میں بچہ ہوں۔ نماز پڑھنی تو آتی ہی نہیں مجھے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے مگر ہمیں کیا۔ ہمارا کام تو

جماعت سے نماز پڑھنا ہے۔ ہم رفیع صاحب کو بتادیں گے کہ ہمیں نماز پڑھنی آتی ہے۔"

"نہیں، وہ رفیع صاحب تو بچوں کے دشمن ہیں۔ اس طرح بچوں کو ڈانٹتے ہیں کہ سب سہم کر رہ جاتے ہیں۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔"

"بس میں گھر میں ہی نماز پڑھ لوں گا۔"

"مگر ذیشان! کیا تمھیں یاد نہیں وہ حدیث، حضور اکرمؐ نے کہا تھا کہ جو آدمی جماعت سے نماز نہ پڑھے اس کے گھر کو آگ لگانے کو جی چاہتا ہے۔" فیصل نے ذیشان کو یاد دلایا۔ ذیشان کا سر جھک گیا تھا۔ بات بھی صحیح تھی۔

"واقعی فیصل، جماعت سے نماز تو بہت ضروری ہے۔ چلو چلتے ہیں۔"

اور دونوں مسجد کی طرف بڑھ گئے۔

فیصل اور ذیشان دو چھوٹے لڑکے تھے۔ بہت ہی اچھے دوست تھے۔ گو کہ ان کی عمر بہت کم تھی مگر پھر بھی ان کو بہت ساری اچھی باتیں معلوم تھیں، کیوں کہ ان کے امی ابا ان کو بتاتے رہتے تھے۔ دونوں کو نماز بھی سکھائی گئی تھی اور دونوں دوست روزانہ نماز پڑھنے جاتے تھے۔ آج کی گفت گو کے بعد جب دونوں نماز پڑھنے پہنچے تو وہی ہوا جس کا ڈر تھا، یعنی رفیع صاحب نے دونوں کو صف سے پیچھے ہٹا دیا اور خود کھڑے ہو گئے۔

"دیکھا، پھر انھوں نے وہی حرکت کی۔ اگر صف میں کھڑا ہونا چاہتے ہیں تو پہلے کیوں نہیں آتے؟ ایک تو دیر سے آتے ہیں پھر ہم کو صف سے ہٹا کر خود کھڑے ہو جاتے ہیں۔" ذیشان کہہ رہا تھا اور فیصل سُن رہا تھا۔

"مگر بھئی، پہلی صف میں بڑے کھڑے ہوتے ہیں اور چھوٹے دوسری صف میں۔"

"مگر جب ہم آئے تھے تو پہلی صف میں بہت جگہ خالی تھی۔ پھر ہم اتنے بھی چھوٹے نہیں ہیں۔"

"ارے چھوڑو چلو، نماز پوری پڑھو پھر کرکٹ کھیلنے چلیں گے۔"

مغرب کی نماز ہوئی اور دونوں دوست کھیل چھوڑ کر مسجد کی طرف چل دیے۔ وہاں رفیع صاحب بھی وضو کر رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر ذیشان نے کہا، "فیصل! دیکھو تو رفیع صاحب وضو کس طرح کر رہے ہیں؟"

فیصل غور سے رفیع صاحب کو دیکھنے لگا۔ واقعی وہ وضو ٹھیک طرح نہیں کر رہے تھے۔ انھوں نے ناک میں پانی نہیں ڈالا تھا۔ اور ہاتھ بھی کہنیوں تک نہیں دھوئے تھے۔ گردن کا مسح بھی ٹھیک نہیں کیا تھا۔

"بھائی ذیشان ہم اگر رفیع صاحب کو ٹوکتے ہیں تو وہ بہت غصہ ہوں گے۔ کیا کریں؟"

ذیشان سوچنے لگا کہ رفیع صاحب کو کس طرح بتایا جائے اور اچانک وہ بولا، "تمھیں وہ واقعہ یاد ہے فیصل؟"

"کون سا واقعہ؟" فیصل نے پوچھا۔

"وہی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ والا۔ ایک دفعہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ جو کہ اُس وقت بچے تھے، وضو کر رہے تھے۔ وہاں ایک اور صاحب بھی وضو کر رہے تھے مگر ان کا

وضو کا طریقہ صحیح نہیں تھا۔ تو بتائیے حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے کیا کیا تھا؟"

"کیا کیا تھا؟"

"انھوں نے اس آدمی سے کہا کہ ہم دونوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھیے اور بتائیے کہ کون صحیح وضو کر رہا ہے۔ پس اس آدمی کو پتا چل گیا کہ ان دونوں کا وضو صحیح تھا اور خود اس شخص کا طریقہ غلط تھا اور اس کو بُرا بھی نہیں لگا، ہم بھی یہی کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر چلو، دیر کس بات کی ہے۔"

اور وہ دونوں رفیع صاحب کے قریب ہی بیٹھ گئے۔

"رفیع صاحب! ہم دونوں وضو کر رہے ہیں، آپ ہمیں بتائیے گا کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ صحیح وضو کرتا ہے۔" فیصل نے کہا۔ رفیع صاحب حیران ہو گئے مگر دیکھتے رہے۔ جب دونوں وضو کر چکے تو رفیع صاحب بولے:

"بچو! تم دونوں نے بالکل ٹھیک وضو کیا ہے اور مجھے بھی سکھایا ہے کہ وضو کس طرح کرتے ہیں۔ مجھے معاف کرنا، میں تو بچوں کو بے وقوف سمجھتا تھا، مگر آج پتا چلا کہ سب بچے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ شاید تم دونوں وہی ہو جن کو میں اگلی صف سے ہٹا دیا کرتا ہوں۔"

دونوں ادب کے مارے سر جھکائے کھڑے رہے۔

"اب ان شاء اللہ نہیں ہٹایا کروں گا۔ تم دونوں کی عمر چھوٹی ہے تو کیا ہوا، تم اخلاق اور دین میں تو مجھ سے بڑے ہو۔"

سلام

سرفراز احمد منصوری، منصورہ

عاطف: "بھئی آصف! آج میں نے جب آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب تو دیا لیکن یہ تو بتائیے کہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا کیا مطلب ہے؟"

آصف: پہلے آپ سلام کا مطلب سمجھیے۔ السلام علیکم کا مطلب یہ ہے کہ تم سلامت رہو اور وعلیکم السلام کا مطلب ہے کہ تم بھی سلامت رہو۔ ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان کو سلام کرتا ہے تو وہ اپنے مسلمان بھائی کو دعا دیتا ہے۔ اور یہ بھی سنیے کہ سلام کرنے میں جتنے بھی لفظ بڑھا دیں گے اتنی ہی نیکیاں بھی زیادہ ملیں گی۔ یعنی جب السلام علیکم کہیں گے تو دس نیکیاں ملیں گی اور ورحمۃ اللہ کہیں گے تو بیس اور اگر وبرکاتہ کہیں گے تو تیس نیکیاں ملیں گی۔

اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ صرف تھوڑی دیر زبان ہلانے سے مفت میں کتنی نیکیاں ملتی ہیں، مگر ہم لوگ اس طرف دھیان نہیں دیتے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ سیکڑوں مسلمان آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں مگر تھوڑے ہی ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ ہمارے نبیؐ نے فرمایا:

"تم کو ایک بات بتاتا ہوں جس سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے اور وہ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔" ہمارے نبیؐ کی یہ عادت تھی کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی سلام کیا کرتے تھے۔ ہمارے نبیؐ کا تو یہ حکم ہے کہ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو پہلے سلام کرو، چاہے اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ غریب ہو یا امیر۔ اندھا ہو

یا لنگڑا۔ کالا ہو یا گورا سب کو سلام کرنا چاہیے۔"

عاطف: ادھر میں تو آج تک یہی سمجھتا تھا کہ سلام جان پہچان والے کو کرنا چاہیے مگر آج تو آپ نے بڑے گُر کی بات بتادی۔ اچھا اب آئندہ سے مجھے جو کوئی بھی ملے گا پہلے اس کو سلام کروں گا۔

آصف: اچھا السلام علیکم

عاطف: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

قصّہ ایک فاختہ کا

رخسانہ حسن، کراچی

بہت عرصے پہلے کی بات ہے کہ کسی جنگل میں ایک فاختہ رہتی تھی۔ اس کا گھونسلا برگد کے ایک بہت بڑے درخت پر تھا۔ وہ اُس جنگل میں بڑی خوشی کے دن گزار رہی تھی۔ فاختہ بڑی ملنسار تھی۔ وہ ہر ایک کی عزت کرتی تھی اور مشکل وقت میں کام آتی تھی۔ اس لیے جنگل کے سب جانور اور پرندے اُسے بہت چاہتے تھے۔

ایک مرتبہ اس جنگل میں ایک شکاری شکار کھیلنے گیا لیکن اُسے وہاں شکار نہ مل سکا، کیوں کہ تمام جانور اور پرندے چُھپ گئے تھے۔ فاختہ نے انھیں بروقت خبردار کردیا تھا۔ فاختہ خود درخت پر بیٹھی شکاری کی نقل وحرکت کی رپورٹ دوسرے جانوروں کو پہنچارہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو پتّوں میں چُھپا رکھا تھا مگر شکاری نے اسے دیکھ لیا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ چلو فاختہ سے ہی پیٹ بھرا جائے۔ اس نے تیر کمان تیار کیا اور فاختہ کو مارنے کا فیصلہ کرلیا۔

اتفاق سے وہاں کچھ فاصلے پر ایک باز بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اُس نے فاختہ سے کہا، "بی فاختہ! شکاری تمھیں مارنے ہی والا ہے اور تم یقیناً اُڑ کر جان بچانے کی کوشش کروگی لیکن اگر تم اُڑوگی تو تمھارا شکار میں کروں گا تم اس جنگل کے جانوروں کو بہت عزیز ہو، اس لیے میں تمھارے ساتھ اتنی رعایت کررہا ہوں کہ جب تک بیٹھی رہوگی میں تمھیں کچھ نہ کہوں گا۔" اب تو فاختہ بڑی گھبرائی۔ آگے کنواں، پیچھے کھائی۔ والی بات ہوگئی تھی۔ جب اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے رو رو کر اپنے پروردگار سے مدد مانگی کہ آج میں مصیبت میں گھری ہوئی ہوں اور تُو میری مدد فرما کہ تُو اپنے اندر اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اس مصیبت سے مجھے نجات دلاسکے۔

فاختہ نے سچّے یقین کے ساتھ اپنے پروردگار سے مدد مانگی۔ پھر وہ کیوں نہ مدد کرتا۔ اس وقت زمین سے ایک زہریلا سانپ نکلا اور اس نے شکاری کو ڈس لیا۔ سانپ کے ڈسنے سے شکاری کو تکلیف ہوئی اور اس کے ہاتھ سے تیر نکل کر باز کے جالگا اور اس طرح شکاری اور باز دونوں مرگئے۔ فاختہ اپنے اللہ کا شکر ادا کرنے لگی کہ مشکل میں وہی کام آتا ہے۔

اپنا وطن ایک ہے

محمد ایوب مخدوم، چمن بلوچستان

اس قول میں کوئی شک نہیں کہ وطن سے محبت ایمان کا جزو ہے۔ جو دل وطن کی محبت سے خالی ہے وہ پتھر ہے۔ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے۔ اس کی محبّت میری رگ رگ

میں رچی ہوئی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ میرے وطن کا نام کتنا پیارا ہے۔ لفظ پاکستان کتنے پاکیزہ معنوں کا حامل ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میں پاکستانی ہوں۔ پاکستان ایک مملکتِ خداداد ہے۔ اس کا وجود میں آنا ایک معجزہ ہے لیکن اس کے لیے بے شمار قربانیاں دینی پڑیں۔ ۱۴ اگست ۴۷ء ہمارے لیے بڑی اہمیت کا حامل دن ہے۔ اس دن پاکستان دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ اس کے پرچم کے سبز رنگ میں شہیدوں کے خون کی مقدس سرخی بھی شامل ہے۔

آئیے ہم آج عہد کریں۔ کہ ہم وطن کو اپنی ذاتی اغراض سے زیادہ اہم سمجھیں گے۔ مجھے تو وطن کے ذرّے ذرّے سے پیار ہے۔ میں ایک مسلمان ہوں اور پاکستانی ہوں۔ میں اپنے وطن میں اسلام کا نام بلند کروں گا۔ میں یہاں ایک ایسا نظامِ زندگی قائم کروں گا جو اسلام کے اعلا اُصولوں پر مبنی ہوگا۔ یعنی اخوت، محبت اور مساوات۔ میں معاشی واقتصادی مساوات کے لیے لڑوں گا۔ میں دوسروں کا استحصال نہیں کروں گا۔ میں کسان بنوں گا تو زمین کا سینہ چیر کر اُسے خزانے اُگلنے پر مجبور کردوں گا۔ میں مزدور بنوں گا تو خصوصی تعمیر کے لیے قوتِ بازو کو صرف کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اگر پاکستان کو قائم رکھنا ہے تو ہمیں دیانت داری سے کام لینا ہوگا۔ میں اپنے وطن کو ساری دنیا کے لیے قابلِ تقلید نمونہ بناؤں گا۔ ہم پاکستانی نوجوان اسلامی مساوات کے علم بردار ہیں۔ ہم رشوت، سفارش، کنبہ پروری، معاشی ناہمواری، سرمایہ داری، چور بازاری اور اسمگلنگ کے خلاف کمر باندھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اب وطن کی پیشانی سے ذلّت کا ہر داغ دُھل جائے گا۔ انشاءاللہ ...... انشاءاللہ

گلگت

محمد عباس، حیدر آباد

سر بہ فلک برف پوش پہاڑوں کی وادی، گلگت، جہاں قدم قدم پر گنگناتے قدرتی چشمے، پُرشور آبشار، بھینی بھینی خوش بُو والے رنگارنگ پھول اور شاداب و شگفتہ ہریالی لوگوں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ یہ حسین سرزمین بلاشبہ پاکستان کی جنّتِ ارضی کہلانے کی مستحق ہے۔

گلگت کا علاقہ چترال اور بلتستان کے درمیان قراقرم کے سلسلۂ کوہ کے ساتھ ساڑھے چھبیس ہزار مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ نانگا پربت اور راکاپوشی اس وادی پر سایہ فگن ہیں۔

گلگت ایک نہایت پُرسکون اور چھوٹا سا شہر ہے۔ گلگت کے مقامی باشندے عموماً گورے چٹے ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں اور خدوخال میں یونانیوں کے خدوخال کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ مورخین کے خیال میں یہ ہے کہ سکندرِ اعظم اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اس علاقے میں بھی آیا تھا۔ سکندرِ اعظم کے ساتھ آنے والے بہت سے فوجیوں اور دوسرے لوگوں نے واپس جانے کے بجائے یہیں مستقل قیام کرلیا تھا۔ یہ اُسی یونانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کی مقامی زبان شینا ہے۔

گلگت کے قُرب و جوار میں جو آثارِ قدیمہ دریافت ہوئے ہیں، ان میں بدھ مت دور کے کافی آثار پائے گئے ہیں۔ گلگت شہر سے چھے میل کے فاصلے پر کارگاہ نالے کے

قریب بدھوں کے کافی آثار ملے ہیں۔ اس کے علاوہ گلگت شہر کے ارد گرد تاج مغل کی یادگار، چنار باغ اور کارگاہ بھی خوب صورت تفریحی مقامات ہیں۔ گلگت کے درمیان سے گزرنے والا دریائے گلگت بھی اس شہر کی خوب صورتی میں اضافے کا سبب ہے۔

گلگت جانے والوں کے لیے پولو کھیل، ٹراؤٹ مچھلی کا شکار اور پہاڑی راستوں پر ٹریکنگ دل چسپ تفریحی مشاغل ہیں۔ پولو کھیل کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ یہ گلگت ہی سے پوری دنیا میں متعارف ہوا ہے۔

گلگت اپنے بلند و بالا گلیشیروں کی وجہ سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس علاقے میں بعض ایسے گلیشیر بھی ہیں جو میلوں تک پھیلے ہوئے ہیں اور ان پر آبادیاں قائم ہیں۔

شاہ راہِ قراقرم جدید دور کی ماہرانہ تعمیر اور پاکستان، چین دو دوست ملکوں کے باہمی اشتراک کا جیتا جاگتا شاہ کار ہے۔ اس شاہ راہ کو دنیا کا آٹھواں عجوبہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ شاہ راہ گلگت سے ہوتی ہوئی پاک چین سرحد تک اور پھر وہاں سے چین کے اندرونی علاقوں تک جاتی ہے۔

سطحِ سمندر سے پونے پانچ ہزار فیٹ بلند ہونے کی وجہ سے گلگت میں نومبر سے مارچ تک شدید سردی پڑتی ہے اور روزانہ برف باری بھی ہوتی ہے۔ سال کے باقی دنوں میں موسم خوش گوار اور سرد رہتا ہے۔ اپریل سے ستمبر اکتوبر تک گلگت میں سیاحوں اور کوہ پیما جماعتوں کے آنے کی وجہ سے بڑی رونق رہتی ہے۔

حکیم لقمان

ثمین اطہر، کراچی

حکیم لقمان اپنے بچپن میں بڑی پیاری باتیں کیا کرتے تھے۔ وہ ایک رئیس کے پاس رہتے تھے اور اس کو بہت عزیز تھے۔ رئیس کے گھر میں جب بھی کوئی کھانے پینے کی چیز آتی، سب سے پہلے لقمان کو اس میں سے حصّہ ملتا تھا۔

ایک دفعہ ایک ہندستانی سوداگر دور دراز کے سفر کر کے رئیس کے پاس آیا۔ اس نے بہت سے تحفے تحائف رئیس کی خدمت میں پیش کیے۔ رئیس نے ان میں سے کچھ چیزیں پسند کرلیں اور سوداگر کو کافی انعامات دیے۔ آخر میں سوداگر نے ایک طبّی تحفہ پیش کیا جو صرف ہندستان میں ہوتا تھا۔ یہ چیز کئی بیماریوں کے لیے بہت مفید تھی۔ اس کا نام "اندرائن" ہے۔ اس کی شکل بڑی اچھی ہوتی ہے مگر اس کا ذائقہ بہت کڑوا ہوتا ہے۔ رئیس اور اس کے ساتھیوں کو کیا معلوم کہ پرائے دیس کا خوبصورت پھل لذت کی وجہ سے تحفہ ہے یا خاصیت کے لحاظ سے نادر چیز۔ رئیس نے چھری منگوا کر اس کی پھانکیں کاٹیں اور حسبِ عادت سب سے پہلی پھانک ننھے لقمان کو دی۔ لقمان نے منہ بنائے بغیر نہایت سکون سے پُوری کی پُوری نگل لی۔ اس کے بعد دوسروں کی باری آئی۔ انھوں نے منہ بنایا اور تھوک دیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ لقمان نے یہ زہر کیسے نگل لیا اور منہ تک نہ بنایا۔ رئیس نے لقمان سے پوچھا، "بیٹے! تجھے اس کی کڑواہٹ محسوس نہیں ہوئی؟"

"جی ہاں، ہوئی تھی۔"

"پھر تم کیسے نگل گئے؟"

لقمان نے جواب دیا، "میں نے سوچا کہ جن ہاتھوں

سے ہزاروں مرتبہ میٹھی اور لذیذ چیزوں کا لطف اُٹھایا ہے اگر ان سے ایک بار کڑوی چیز مل جائے تو اُسے رد کرنا یا اس کے لیے شکایت کرنا مناسب نہیں۔

ہمدردی

جاوید اختر انصاری، کراچی

"ٹن ..... ٹن ..... ٹن ...... ٹن۔"

چھٹی کی گھنٹی بج اُٹھی۔

سب بچّے شور مچاتے ہوئے کلاسوں سے باہر نکل آئے۔ ان میں کاشف بھی تھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا ہوا وہ خوش خوش اپنے راستے پر چل پڑا۔ اس نے رُک کر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، لیکن آج اُسے وہ بچّہ نظر نہیں آیا جو تقریباً اس کا ہی ہم عمر تھا۔ کاشف کو اس سے بڑی ہمدردی تھی۔ وہ بچّہ جس کی عُمر پڑھنے لکھنے اور کھیلنے کودنے کی تھی۔ مگر اُسے معاشرے کی ستم ظریفی نے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کر دیا تھا۔ کاشف ہر روز اُسے آٹھ آنے دیا کرتا تھا۔ آج بھی وہ اپنے جیب خرچ سے آٹھ آنے بچالایا تھا۔

کاشف اس بچے کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے ابّو کے محدود وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آج اس بچے کو اس کی مخصوص جگہ پر نہ پاکر اسے بڑی تشویش ہوئی۔ کاشف اس کے بارے میں سوچتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ دردناک منظر دیکھ کر وہ لرز گیا۔ وہی بچّہ زخمی حالت میں پڑا تھا۔ شاید کسی گاڑی نے اسے ٹکر ماری تھی۔ اگر اسے بروقت طبّی امداد پہنچائی جاتی تو شاید اس کی حالت اتنی خراب نہ ہوتی لیکن کسی نے بھی اس کی طرف دھیان نہ دیا تھا۔ انسانیت اور ہمدردی نہ جانے کہاں جا سوئی تھی۔ گاڑیاں اس سے کترا کر گزر رہی تھیں۔ پیدل چلنے والے لوگ بھی اسے ایک نظر دیکھتے اور پھر اپنا راستہ پکڑتے۔ اللہ کی اتنی بڑی زمین پر رہنے والے لوگ اس کے بندے کو اس حال میں چھوڑے جا رہے تھے۔

"کیا ان غریبوں کا کوئی نہیں ہے۔ کیا اس کا قصور صرف غریبی ہے؟" کاشف کا ذہن لوگوں کی اس سنگ دلی پر سُلگ رہا تھا۔ "نہیں .... نہیں .... میں اسے ہسپتال لے جاؤں گا۔ ایک مسلمان بھائی کے ناتے، انسانیت کے رشتے سے۔" یہ سوچ کر وہ جلدی جلدی قدم اُٹھاتا ہوا گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر پہنچتے ہی اس نے بستہ رکھا اور اپنی جمع پونجی نکالی جو تقریباً ساٹھ ستر رُپے تھی۔ ساری رقم لے کر کاشف باہر نکل آیا۔ اس کی امّی اسے آوازیں دیتی ہی رہ گئیں لیکن وہ "ابھی آتا ہوں" کہہ کر تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا جائے واردات پر پہنچا۔ وہ بچہ ابھی تک ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔ کسی نے اسے ہسپتال لے جانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ کاشف نے ایک ٹیکسی روکی اور ڈرائیور سے اس بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "اس بچے کو ہسپتال لے جانا ہے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے ایک نظر بچے کو دیکھا اور بغیر کچھ کہے رفوچکر ہو گیا۔ کاشف کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے۔ تھوڑی دیر بعد بڑی مشکل سے ۵۰ رُپے پر ایک رکشا والا تیار ہو گیا۔ حال آنکہ سول ہسپتال قریب ہی تھا۔ وہاں تک مشکل سے دس رُپے بنتے تھے لیکن اس وقت کاشف نے کوئی پروا نہ کی۔ ہسپتال پہنچ کر اُسے

مشکلات کے ایک طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی اس کی بات پر دھیان ہی نہیں دے رہا تھا۔ آخر ایک نیک دل ڈاکٹر کو اس پر رحم آ ہی گیا۔ زخمی بچے کے بارے میں کاشف نے ساری تفصیلات بتادیں اور بچے کو ہسپتال میں داخل کر کے گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ امّی بڑے غصّے میں تھیں۔ "کہاں تھے اتنی دیر سے تم؟"

کاشف نے بات اپنی امّی جان کو بتادی۔ اُس کی امّی جان اپنے ہونہار بیٹے کے جذبۂ ہمدردی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ انھوں نے کہا کہ اب وہ بچّہ ٹھیک ہونے کے بعد کیا دوبارہ بھیک مانگے گا؟

"ہاں امّی! اس بے چارے کا اس بھری دنیا میں شاید کوئی نہیں۔"

"بیٹے! ایسا کرتے ہیں کہ اس بچّے کو اپنے گھر لے آتے ہیں۔"

"سچ امّی؟" کاشف کو یقین نہیں آرہا تھا۔

"ہاں! تمھیں بھی ایک بھائی مل جائے گا اور ہمیں ایک بیٹا۔" امّی نے کاشف کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ کاشف کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

توتی بول پڑی

غلام مرتضیٰ

کسی بنیے کے پاس ایک توتی خوش نوا، سبز رنگ اور کلام کرنے والی تھی۔ وہ دُکان پر بیٹھ کر دکان کی نگہ بانی کیا کرتی تھی۔ ایک دن دکان کا مالک گھر گیا تھا اور توتی دکان پر تھی۔ اچانک ایک بلّی ایک چوہے پر جھپٹی۔ اس کو دیکھ کر توتی اپنی جان کے خوف سے ایک کونے میں بھاگی تو روغنِ بادام کی شیشیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔

اس واقعے کے تھوڑی دیر بعد مالکِ دکان گھر سے واپس آیا۔ اس نے اپنے بیٹھنے کی جگہ اور دُکان کو تیل سے تر پاکر اس توتی کے سر پر ایسا مارا کہ اس کے سر کے سب بال جھڑ گئے۔ مار کھانے کے بعد توتی نے بولنا بند کر دیا۔ بنیے کو بہت صدمہ ہوا اور شرمندگی بھی، اس لیے کہ جب وہ بولتی تھی تو دکان پر لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا تھا اور اس طرح اس کے اس کی بکری زیادہ ہوتی تھی۔ تین دن اور تین راتیں گزر گئیں۔ بنیا پریشانی اور ناامّیدی کی حالت میں دُکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بار بار اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا، تاکہ توتی کسی طرح سے بولنے لگے اور لوگ جمع ہو جائیں تاکہ بکری ہو سکے۔ مگر توتی نہیں بولی۔ دکان دار اس کو لوگوں کی طرف گھما دیا کرتا مگر اس کی کوئی تدبیر کام یاب نہ ہوئی۔

اتفاق سے وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ جس کا سر گول اور تشت کی طرح تھا اور بالوں سے بالکل صاف تھا۔ اس کو دیکھتے ہی توتی بول پڑی اور اس نے اس آدمی سے بہ آوازِ بلند اور صاف لفظوں میں کہا:

"اے گنجے! تو کیسے گنجوں میں شامل ہو گیا؟ شاید تو نے بھی روغن کی شیشی گرائی ہوگی۔ اس غلطی پر تجھ کو تیرے آقا نے مار کے گنجا کر دیا ہوگا۔"

توتی کے اس قیاس پر لوگوں کو ہنسی آگئی۔ دکان دار بڑا پشیمان ہوا اور اس نے توتی سے پھر کبھی غلط رویّہ اختیار نہ کیا۔

ایک نصیحت

ابنِ نظیر محمد بھٹی، کراچی

محمود شریف ماں باپ کا بیٹا تھا۔ یوں تو وہ بہت محنتی اور ہوشیار تھا، مگر بُرے اور آوارہ دوستوں کی صحبت نے اس کو کسی کام کا نہ چھوڑا تھا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہر وقت آوارہ پھرتا اور اپنے والدین کی نصیحتوں پر کبھی کان نہ دھرتا تھا۔ اس کے والد ایک شریف انسان تھے۔ وہ اپنے بیٹے کو بہت سمجھاتے۔ وہ ہمیشہ ان کی باتیں غور سے سنتا اور باہر نکلتے ہی بھول جاتا اور دوستوں کے ساتھ اِدھر اُدھر پھر کر اپنا قیمتی وقت برباد کرتا۔

ایک دن محمود کے ابّو کو ایک ترکیب سُوجھی، جس کی مدد سے وہ محمود کو سیدھے راستے پر لا سکتے تھے۔ انھوں نے بازار سے کچھ سیب خریدے۔ ان میں ایک سیب خراب بھی تھا۔ وہ سیب انھوں نے محمود کو دیے اور کہا، "بیٹا! ان کو کسی اچھی جگہ پر رکھ دو۔" محمود نے خراب سیب کو دیکھا تو اپنے ابّو سے بولا، "ابا جان! یہ خراب سیب ہے اور اس کی وجہ سے تمام سیب خراب ہو جائیں گے۔" مگر اس کے ابّو نے اسے یہ جواب دے کر حیرت زدہ کر دیا کہ خراب سیب تمام سیبوں کو خراب نہیں، بلکہ زیادہ اچھا کر دیتا ہے۔ محمود چوں کہ ایک عقل مند لڑکا تھا۔ وہ اپنے ابّو کی بات سے قطعی مطمئن نہیں ہوا اور سوچتا رہا کہ بھلا خراب سیب کس طرح اچھے سیبوں کو زیادہ اچھا کر سکتا ہے۔

کچھ روز بعد محمود کے ابّو نے اس سے سب سیب لانے کو کہا۔ وہ سب سیب لے کر آیا اور ان سے کہا، "ابا جان! آپ نے اس روز تو کہا تھا کہ یہ خراب سیب تمام سیبوں کو اور اچھا کر دے گا۔ حال آں کہ اس نے باقی تمام سیبوں کو بھی خراب کر دیا ہے۔" اس کے ابّو نے کہا، "ہاں، مجھے معلوم تھا کہ یہ خراب سیب تمام سیبوں کو بھی خراب کر دے گا مگر میں تم کو بتانا چاہتا تھا کہ تم میری نصیحت کے باوجود بُرے اور خراب لڑکوں کی صحبت میں بیٹھتے رہے۔ اب تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس طرح اِس ایک خراب سیب نے تمام اچھے سیبوں کو خراب کیا۔ اسی طرح بُرے ساتھیوں اور دوستوں کی صحبت بھی اچھے لڑکوں کو بہت بُرا اور خراب بنا دیتی ہے۔"

خواب کتنے سچے!

شعاع اِرم بینا، لاہور

پرانے زمانے کی بات ہے۔ ہالینڈ میں ایک سرائے تھی۔ اس کا نام "ٹل سوان" تھا۔ سرائے کا مالک ولیم اور اس کی بیوی کیتھی بس اتنا کماتے تھے کہ مشکل سے گزر بسر ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کیتھی ہر وقت اُداس رہتی تھی۔ کیتھی خوابوں پر بہت یقین رکھتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ خواب ہمیشہ حقیقت کے رُوپ میں آتے ہیں۔

ایک رات کیتھی نے بہت سہانا خواب دیکھا۔ صبح وہ خوشی خوشی اُٹھی اور کام کرنے کے ساتھ ساتھ گنگناتی رہی۔ ولیم بہت حیران تھا کہ اس کی بیوی کو کیا ہو گیا ہے۔

آخر اس نے پوچھ ہی لیا، "کیتھی! کیا بات ہے؟ تم ٹھیک تو ہو نا؟"

وہ خوشی سے بولی، "میں نے رات کو ایک اچھا خواب

دیکھا ہے!"

"تم اور تمھارے خواب!" ولیم نے ناک بھوں چڑھائی، "اگر تمھارے خواب سچے ہوتے تو آج ہم ہالینڈ پر حکومت کر رہے ہوتے۔ اچھا چلو بتاؤ، اب کیا خواب دیکھا ہے تم نے؟"

کیتھی نے خوشی سے ناچتے ہوئے اسے بتایا، "ولیم! میں نے دیکھا ہے کہ اگر میں ایمسٹرڈم جا کر غلّہ منڈی کے گرد تین چکّر لگاؤں گی تو مجھے بہت بڑا خزانہ ملے گا۔ ذرا سوچو تو ہم کتنے امیر ہو جائیں گے لیکن مجھے یہ چکّر آدھی رات کو لگانے ہوں گے۔"

ولیم ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا، "میں اتنی مرتبہ ایمسٹرڈم گیا ہوں کہ غلّے کی منڈی کے گرد تین تو تین دس بارہ چکّر تو لگ گئے ہوں گے، لیکن اس سے تو میری آمدنی میں ایک سینٹ کا اضافہ بھی نہیں ہوا۔"

کیتھی سنجیدہ ہو گئی، "تم کچھ بھی کہو لیکن میں ایمسٹرڈم جا کر غلّہ منڈی کے گرد تین چکّر ضرور لگاؤں گی۔ اگر میرا خواب سچا نہ ہوا تو بھی چکّر لگانے میں کیا حرج ہے؟"

چناں چہ اگلے دن کیتھی ایمسٹرڈم روانہ ہو گئی اور غلّہ منڈی کے قریب ایک سرائے میں ٹھیر گئی۔ کیتھی بہت خوش تھی۔ دن بہت آہستہ آہستہ گزرا اور آخر رات بھی ہو گئی۔ جب رات کے بارہ بج گئے تو کیتھی سرائے سے نکلی۔ ایک .... دو .... تین غلّہ منڈی کے گرد تین چکّر لگانے کے باوجود کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ کیتھی مایوس کھڑی تھی کہ اچانک ایک طرف سے ایک آدمی نمودار ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ کیتھی کے پاس آیا اور اس سے بولا، "کون ہیں آپ؟ کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"

کیتھی نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ اس کی داستان سن کر وہ آدمی ہنسا اور پھر کہنے لگا، "خوابوں پر کبھی یقین نہیں کرنا چاہیے۔ خواب کبھی سچے نہیں ہوتے۔ میں نے ایک بار ایک خواب دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہارلم میں "لٹل سوان" نامی ایک سرائے ہے، جس کے باغ میں گلاب کی جھاڑی کے نیچے بہت بڑا خزانہ دفن ہے لیکن میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ اب آپ آرام سے گھر جائیے۔"

یہ کہہ کر وہ آدمی ایک طرف چلا گیا۔ کیتھی کا دل خوشی سے اُچھلنے لگا۔ کیا خزانہ اُن کی اپنی سرائے کے باغ میں تھا۔ کیتھی بھاگی بھاگی سرائے میں گئی اور اپنا سامان باندھنے لگی۔ باقی رات اس نے بڑی بے صبری اور مشکل سے کاٹی۔ جیسے ہی صبح کا اُجالا پھیلا، کیتھی اپنا سامان اُٹھا کر ہارلم کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب وہ گھر پہنچی تو آٹھ بج چکے تھے۔ اس نے ولیم کو ساتھ لیا اور اپنے باغ میں گلاب کی جھاڑی اُکھاڑ کر زمین کھودنی شروع کی۔ کچھ دیر بعد ایک خوب صورت لوہے کا صندوق ان کے سامنے تھا۔ کیتھی نے آگے بڑھ کر ڈھکن اُٹھایا اور حیرت سے اس کی چیخ نکل گئی۔ صندوق سونے کے لاتعداد سکّوں سے بھرا ہوا تھا۔ دونوں نے بڑی مشکل سے گھر کے اندر پہنچایا۔ ان کا خوشی سے بُرا حال تھا۔

اور اس دن سے ولیم کو بھی خوابوں کے سچ ہونے کا یقین ہو گیا۔

(ہالینڈ کی لوک کہانی)

قارئین کی عدالت

○ میرے بیٹے نے جو صرف سات سال کا ہے ایک کہانی لکھ کر آپ کو بھیجی تھی، لیکن وہ اس قابل ظاہر ہے نہ تھی کہ ہمدرد نونہال میں چھپ جاتی۔ تاہم آپ نے جس طرح دِل چسپی سے اس کا مطالعہ کرکے اسے واپس بھیجنے کی زحمت کی اس کے لیے میں آپ کی شکرگزار ہوں۔ آپ کے خط نے میرے بچّے میں شوق اور لگن پیدا کی ہے۔ اُسے یہ احساس ہُوا کہ وہ بھی کتنا اہم ہے کہ اس کو ہمدرد سے خط آیا ہے۔ وہ اب زیادہ دِل چسپی سے لکھنے کی کوشش کرنے لگا ہے۔ اگر آپ اسے جواب نہ دیتے تو یہ اس کی پہلی کوشش تھی، یقیناً وہ مایوس ہو جاتا۔

مسز دلشاد محمد خاں، کراچی

○ فروری کے چھکتے نونہال کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اب ہمارا یہ پیارا رسالہ کتنی ترقی کر گیا ہے اور شاید یہ پاکستان کا وہ واحد رسالہ ہے جس میں بچّوں کے لیے اتنے سلسلے ہیں اور اب تو نونہالوں نے بڑی کہانیوں میں بھی جگہ لے لی ہے۔ "تحفے" کا معیار گرتا جارہا ہے۔

حامد علی شاہد، لاوہ

○ کلیوں کی طرح مہکتا، نغموں کی طرح گنگناتا، پاکستان کے تمام رسالوں کا شہنشاہ، اپنے دامن میں بے شمار دلِ نشیں تحریریں لے کر ہمارا پیارا نونہال طلوع ہُوا۔ بہت پسند آیا۔

عابد رضا ناز، گوجرانوالہ

○ فروری کا نونہال واقعی لاجواب اور دل چسپ تھا۔ جاگو جگاؤ اور خیال کے پھُول پڑھ کر دل کو عجیب سا سکون و اطمینان مِلا۔ ایسی تحریریں بلاشبہ آج کے دَور کی اہم ضرورت ہیں اور خاص کر نوجوان نسل کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ "غالب کی باتیں" دِل پر اثرانداز ہوئیں۔ "آج کا دن" اور "میری گڑیا" نظمیں بہت پسند آئیں۔ تحفوں اور لطیفوں کا تو جواب ہی نہیں۔

عبدالصمد صابری پشتون، چمن

○ کہانیوں میں پہلے نمبر پر "دوستی"، دوسرے نمبر پر "ایوبیوں کا راز" اور تیسرے نمبر پر "برش کا کارنامہ" تھی۔ لطیفے بھی خاصے مزے دار تھے اور خاص طور پر "غالب کی باتیں" بہت ہی پسند آئیں۔ نونہالوں کی محنت سے اس دفعہ نونہال ادیب میں بہت ہی اچھی کہانیاں اور مضمون پڑھنے کو ملے۔

بہادر شیر (کندریالوی)، کھلابٹ ٹاؤن

○ سرورق دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ سرورق کی کہانی "دوستی" بہت پسند آئی۔ "برش کا کارنامہ" بہت سبق آموز کہانی تھی اور "چوتھا کہاں گیا" بے وقوفی کا شاہکار تھی۔ لطیفے ہمیشہ کی طرح من پسند تھے۔ فیصل آباد کے متعلق معلوماتی مضمون بہت پسند آیا۔

عظمیٰ ناہید

○ کہانیاں، لطیفے، جاگو جگاؤ، پہلی بات، سب کچھ اچھا تھا۔

ثمیرا ناز، کراچی

○ نونہال رسالہ مجھے بہت پسند ہے۔ اس کو پڑھے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور بڑی مشکل سے اس کے انتظار میں ایک ماہ گزرتا ہے۔

محمد اسلم اور جاوید مظہر، بہاول نگر

○ یہ شمارہ پچھلے شمارہ سے زیادہ بہتر تھا۔ لطائف بے حد مزے دار تھے۔ بزمِ ہمدرد نونہال بہت خوب تھی۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات' اس خوب صورت گلشن کی بہار تھیں۔ کہانیوں میں 'چوتھا کہاں گیا' ماشا کی کہانی، ایوبیوں کا راز، نونہال ادیب، کی

ساری کہانیاں اور نظمیں خوب صورت تھیں۔ مرزا غالب کا مضمون نہایت مزیدار تھا۔ عشرت ذاکر، شکار پور

○ فروری کا رسالہ پڑھا بہت اچھا تھا۔ میرا یہ پانچواں خط ہے۔ اگر اب کی بار شائع نہیں کیا تو میں نونہال پڑھنا چھوڑ دوں گا۔ ریاض حسین مینگل، منگھوپیر گرم چشمہ

○ فروری کا شمارہ اچھا تھا، لیکن اس میں کہانیوں کی کمی تھی۔ "دوستی" اور "چوتھا کہاں گیا" بچکانہ کہانیاں سی تھیں۔

کاشف ابوبکر، مکہ مکرمہ، سعودی عرب

○ نونہال میں کہانیاں زیادہ اور معلوماتی باتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اگر آپ کہانیوں کی تعداد میں تھوڑی سی کمی کر کے اس میں معلوماتی باتیں زیادہ دیں تو نونہال کا مزہ دوبالا ہو جائے گا۔ محمد معظم، کراچی

○ ماشا کی کہانی اور چوتھا کہاں گیا بہت زیادہ پسند آئیں۔

سیدہ عفت جہاں، عشرت جہاں فائزہ، ٹنڈو جان محمد

○ کمپیوٹر کے بارے میں آپ نے ہمیں اور زیادہ معلومات دیں۔ طاہر احمر کی نظم 'محمد علی جناح' اچھی لگی۔

محمد اسلم، لانڈھی

○ فروری کا روشنی کی کرنیں اور نور بکھیرتا ہوا نونہال لاجواب تھا۔ عصمت مریم، ٹنڈو اللہ یار

○ سرورق کی کہانی دوستی بہت سبق آموز تھی اور روسی کہانی 'ماشا کی کہانی' بھی بہت اچھی تھی۔

منیر احمد منیر، جھڈو، سندھ

○ جناب مشیر صدیقی صاحب تصویریں بہت ہی پیاری اور دلکش بناتے ہیں۔

○ اورنگ زیب عالمگیر، سنڈہانڈی چکوال

سرورق بہترین تھا۔

محمد علی انصاری، ٹنڈو جان محمد

○ مُسکراتے رہو اور نونہال ادیب بہت پسند آئے۔

محمد ایوب امین، شاہد لقمان اور مبشر یاسین ناگوری، جھڈو

○ مُسکراتے رہو خاص نہیں ہے۔ شاہد شفیق، جھڈو

○ ہمدرد نونہال ایک ایسے چاند کی مانند ہے جس کی روشنی سے سارا جہاں منور ہے۔ ہر ماہ یہ چاند اس جہاں میں اترتا ہے۔ اس کی دھیمی دھیمی روشنی سوئے ہوؤں کو جگاتی ہے۔ انھیں خوابِ غفلت سے بیدار کر کے سیدھے راستے پر لاتی ہے۔ یہ چاند اپنے اندر ایک کائنات رکھتا ہے۔ اس چاند میں محبت کا پانی اور اخلاق کا آکسیجن بھی موجود ہے۔ اس میں نصیحتوں کے کھڈ بھی ہیں، لیکن یہ ایک نئے راستے پر گامزن کر دیتے ہیں۔ اس کی سُرمئی مٹی میں سیکڑوں رنگ پوشیدہ ہیں جو تلاش و جستجو کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کی سطح پر خوب صورت تصاویر بنی ہیں۔ یہ چاند بچوں کو بہت پسند ہے اور اسے بچے بہت پسند ہیں، اس لیے یہ کبھی بادلوں کی اوٹ میں نہیں چھپتا۔

شمع پروین، انجم بخاری، سہیل شاہ بخاری اور ندیم اقبال، نواب شاہ

○ غالب کی باتیں، چوتھا کہاں گیا اور لطیفے بہت پسند آئے۔ برش کا کارنامہ بہت ہی زیادہ پسند آیا۔

کہکشاں بتول

○ لطیفے بھی قابلِ تعریف تھے اور تحفے بھی ہمیشہ کی طرح لاجواب تھے۔ شازیہ مختار احمد، نارتھ کراچی

○ فروری کا شمارہ خُوب تھا، لیکن اپنا نام نہ پا کر مایوس ہوا۔ اوشاق علی جمالی، احسان کھوسہ، محمد نواز کھوسہ اور سرفراز احمد اعوان، بیراج کالونی، سکھر

○ نونہال کے آئندہ شمارے میں ٹینس کے بارے میں مضمون شائع ہو جائے تو مہربانی ہوگی۔

محمد نبی، بغدادہ، مردان

○ لطیفے زیادہ تر پُرانے ہوتے ہیں۔

عالیہ اظہر سید، کراچی

○ فروری کا نونہال بہت مزے دار تھا۔

محمد سلمان حسن، نئی آبادی کراچی

○ کہانیوں کا معیار بلند کریں اور ایک ماہ میں کم از کم تین قسط وار کہانیاں شائع کریں۔
عقیل احمد خاں جامعی، ملیر کراچی
○ لطیفے اور نظم "بچے اور امن" اور کہانی "برش کا کارنامہ" (معراج) پسند آئی۔
غلام مرتضیٰ سومرو، شکار پور سندھ
○ یہ بتائیے کہ آپ ہمیں "ایک لائن" چھوڑ کر لکھنے کو کیوں کہتے ہیں اور پتا ضروری کیوں ہے؟
محمد کمال خاں، کراچی

تاکہ اگر اصلاح کی ضرورت ہو تو اس کی گنجائش بھی ہو۔ پتا لکھنا اس لیے ضروری ہے کہ پتے کے بغیر جواب کیسے اور کیوں دیا جائے۔

○ 'دوستی' اور 'برش کا کارنامہ' اچھی کہانیاں تھیں۔
محمد طارق ناز، ہری پور ہزارہ
○ مجھے لگتا ہے کہ آپ اپنے رشتے داروں کی ہی کہانیاں اور لطیفے وغیرہ شائع کرتے ہیں۔ نامعلوم۔

اس خط کی طرح آپ نے اپنی کہانیوں وغیرہ پر بھی اپنا نام پتا نہیں لکھا ہوگا۔

○ اس مرتبہ 'تحفے' اور 'نونہال ادیب' زیادہ خاص نہیں تھے اور رانا محمد اُویس خاں کا مضمون 'فیصل آباد' اچھا لگا۔
طارق وسیم احمد، جام شورو سندھ
○ ماشا کی کہانی، محبّت کی بات، غالب کی باتیں اچھی رہیں۔ 'ایوبیوں کا راز' بہت ہی اچھی تھی۔
فیض رسول انجم، آبدی شریف
○ فروری کا خوشبوؤں سے مہکتا ہوا نونہال بہت مزیدار تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح سبق آموز اور دل چسپ تھے۔ الماس محبوب، شمالی کراچی
○ غالب کی باتیں (جناب مرزا ظفر بیگ) اور ماشا کی کہانی (ساجدہ اور وزیر حسین) پسند آئی۔ اس دفعہ 'خیال کے پھول' پہلے سے بہتر لگے۔ وقار احمد تربیلوی، تربیلہ ٹاؤن شپ ہزارہ

○ لطائف بہترین تھے۔ کہانیوں میں سرورق کی کہانی دوستی، چوتھا کہاں گیا اور 'علّامہ دانش کے سفرنامے' اچھی تھیں۔ ماشا کی کہانی کوئی خاص نہ تھی، معلومات بھی خوب تھیں۔
حافظ راحیل احمد عبّاسی، احمد پور شرقیہ
○ بُک اسٹال پر بہت سے رسالے جگمگا رہے تھے مگر نونہال کا رنگ ہی نرالا تھا۔ سرورق کی کہانی بڑی مزے دار تھی۔ غالب کی باتیں، نظم 'آج کا دن' اپنی مثال آپ تھیں۔
پرنس عابد اطہر سواتی، ڈھوڈیال ہزارہ
○ سرورق پر قدرتی مناظر یا خوب صورت پرندوں یا جانوروں کی تصاویر ہی دیا کریں۔
محمد حسن رضا گوندل، منڈی بہاؤالدین
○ اگر اشتہارات کی جگہ اقوال کے صفحے بڑھا دیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ ریحانہ یاسمین اور محمد سلیمان، کراچی
○ سورج، چاند، ستارے اور سیّارے بہت اچھا معلوماتی مضمون تھا۔ ندیم احمد خان زادہ، سکرنڈ
○ کہانیوں میں برش کا کارنامہ اور دوستی بہت پسند آئیں۔
اوم پرکاش، بیلہ ضلع لسبیلہ
○ سرورق کی کہانی پسند آئی۔ ابرار احمد صدیقی، کراچی
○ "ماشا کی کہانی" جو کہ گوجرہ سے ساجدہ رحمٰن نے بھیجی تھی۔ سب سے زیادہ پسند آئی۔ صائمہ رشید
○ کہانیاں بہت کم تھیں۔ سید محمد حسین، کراچی
○ طویل کہانیوں میں برش کا کارنامہ، دوستی اور معراج صاحب کی 'ایوبیوں کا راز' بہت پسند آئیں۔ 'چوتھا کہاں گیا' کا ایک ایک لفظ نقل شدہ تھا۔ سجّاد احمد سجاد، کامل پور موسیٰ
○ جاگو جگاؤ نے متاثر کیا۔ اس میں دین کی باتیں ہوتی ہیں، اس لیے اس کو ایک صفحے کے بجائے دو صفحوں پر شائع کریں۔ محمد شاہد، کورنگی کراچی
○ اگر ہم جناب حکیم صاحب کے جاگو جگاؤ پر صحیح عمل کریں تو ہم اچھے پاکستانی بن سکتے ہیں۔
حافظ خضر حیات، فروکہ پنجاب

○ حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ اپنی مثال آپ تھا۔ لطیفے معیاری تھے۔ محمد بلال، کراچی

○ نونہال میں ہر مہینے ایک عظیم شخصیت یا عظیم سائنس داں یا بادشاہ کے بارے میں ایک تحریر ہونی چاہیے۔

عبدالمجید دشتی بلوچ، کراچی

○ میرا خیال ہے کہ نونہال میں ۲۸ صفحات کا اضافہ کیا جائے اور قیمت ۵ رُپیہ کردی جائے۔ ہرانند، سامارو

> صفحات اب کیا کم ہیں اور کاغذ اتنا مہنگا ہوگیا ہے کہ قیمت تو بڑھانی پڑے گی۔

○ آپ اس کی قیمت بے شک ۵ رُپے بھی کردیں تو بھی اس کی مقبولیت میں کمی نہ ہوگی۔ سیدہ حسن زُہرا، کورنگی

○ نظموں میں فیض لودھیانوی کی نظم 'آج کا دن' بہت ہی اچھی تھی۔ نونہال ادیب نے بہت متاثر کیا۔

نصیر احمد قریشی، بھریا

○ نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ میں اسے تقریباً پندرہ سال سے پڑھ رہا ہوں۔ آصف ولی، گوجرانوالا

○ جاگو جگاؤ ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا۔

ریاض الدین، ضلع لسبیلہ

○ کہانیاں تمام اچھی تھیں مگر لطائف کچھ اچھے نہ تھے۔

نور محمد، عزیز محمد، منیر محمد، سلطان محمد، کھلابٹ ٹاؤن ہزارہ

○ ماشا کی کہانی بہت پسند آئی۔ محمد سمیع، کراچی

○ سرورق کی کہانی "دوستی" اور اس کی تصویریں بہت پسند آئیں۔ واحد بخش سُونگی، لاڑکانہ

○ نظم "بچے اور امن" بہت پسند آئی۔

شازیہ عبدالقدوس، حیدرآباد

○ مجھے نونہال بے حد پسند ہے۔ محمد غازی، کوٹری

○ لطیفے بہت مزے دار تھے۔ ہنس ہنس کر پیٹ میں بَل پڑ گئے۔ فہیم احمد، جھڈو

○ اس مرتبہ کا رسالہ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ لطیفے بہت مزے دار تھے۔ فیاض احمد، لاوہ

○ حکیم صاحب کی ہر تحریر میں ایک خوشبو رچی ہوتی ہے، جو دلوں میں رچ بس جاتی ہے اور ذہن کو پاک و معطر کردیتی ہے۔ نونہال کی ہر تحریر معلومات کا خزانہ، اس کی ہر نظم سُرور کی محفل، ہر تحریر چاہے وہ لطائف ہوں، معلومات ہوں، سوالات ہوں یا خطوط ہوں سب ایک مکمل گھر (گلستان) کی طرح ہے۔

حبیب الرحمٰن میمن، ٹنڈو جام

○ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ سرورق کی کہانی دوستی بہت پسند آئی۔ نظم "آج کا دن" بہت پسند آئی۔ اب کے رسالے میں نونہال ادیب بہت اچھا لگا۔

فیصل احمد عباسی، جھنگ صدر

○ میں نے اپنا خط قارئین کی عدالت میں دیکھا بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے میرے اس خط کو ردّی کی ٹوکری میں ڈالنے کے بجائے قارئین کی عدالت میں ڈال دیا۔

علی محمد عابد، میانوالی

○ اس مرتبہ کچھ تحریریں اچھی تھیں، جن میں "محبت کی بات"، "برش کا کارنامہ" اور "غالب کی باتیں" بے حد پسند آئیں۔ اس کے علاوہ "سورج، چاند، ستارے" اور "فیصل آباد" خوب صورت اور معلوماتی تحریریں تھیں۔ آنسہ شگفتہ جعفری کی تحریر "دوستی" ایک فضول کہانی تھی۔ کامران بلوچ صنم، اوکاڑہ

○ اس دفعہ لطیفے، کہانی چوتھا کہاں گیا اور خیال کے پھول بہت اچھے تھے۔ اسلام گل، ہری پور

○ کہانی "دوستی" (شگفتہ جعفری) بہت ہی پسند آئی۔

گل فراز عالم، ہری پور

○ سرورق دیکھ کر مُنھ کھل اُٹھا۔ جاگو جگاؤ میں حکیم محمد سعید صاحب کی نصیحتیں بڑی کام کی تھیں۔ جناب عتیق الرحمٰن صدیقی کی 'محبت کی بات' بڑی اچھی تھی۔ زیڈ۔ ایم بھٹی، شادی پلی

○ معراج کی کہانیوں کا سلسلہ بہت اچھا جارہا ہے لطیفے تقریباً نقل شدہ تھے۔ غلام صابر آرائیں، جھورو سانگھڑ

○ فروری کے رسالے میں اپنی تحریر دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ بار بار پڑھنے کو دل چاہا۔ عطاء الرحمٰن خاں، کراچی

○ نقل شدہ کہانیاں ہمیں بور کر دیتی ہیں۔ ماشاکی کہانی اس سے پہلے نونہال ہی میں شائع ہو چکی ہے۔ نونہال ادیب میں " دانش مند احمق " اور نظم ' اچھے بھائی ' بھی نقل شدہ ہیں۔
میر باسط علی، کراچی ۳۸

○ نظم ' میری گڑیا ' اور نونہال ادیب میں ' اللہ پر بھروسا ' ' چچا اچھن اور ہم ' پڑھی بہت پسند آئی۔ فیصل آباد اور اخبار نونہال سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ نرگس نواز، شہزور نواز، ٹنڈو جام

مجھے ہمدرد نونہال بہت پسند ہے۔
فوزیہ برلاس، ڈیرہ اسماعیل خان

○ " بچے اور امن " " آج کا دن " اور " میری گڑیا " نظمیں بہت پسند آئیں، " غالب کی باتیں " اور " فیصل آباد " نے معلومات میں اضافہ کیا۔ خانان دُرّانی پشتون، چمن بلوچستان

○ سرورق اور سرورق کی کہانی بہت پسند آئی۔ اپنے شہر کے متعلق ایک مضمون ' فیصل آباد ' بہت پسند آیا۔ کہانی " برش کا کارنامہ " اس رسالے کی جان تھی۔
اولیس عزیز شیخ، فیصل آباد

○ دوستی ایک ایسی کہانی ہے جس سے ہر انسان کو سبق سیکھنا چاہیے۔ نیک محمد، محمد اشرف، خیرپور میرس

○ جاگو جگاؤ پڑھ کر دل بہت متاثر ہوا۔ تقریباً ساری ہی کہانیاں اچھی تھیں، مگر نونہال ادیب میں کہانی ' احمق کون ' نقل شدہ تھی۔ محمد بلال، اسلام آباد

○ فروری کا نونہال اپنی مثال آپ تھا۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ سرورق دل موہ لینے والا تھا۔ سرورق کی کہانی بہت ہی خوب صورت اور دل چسپ تھی۔ " برش کا کارنامہ " اور " ایو بیوں کا راز " بہت اچھی کہانیاں تھیں۔
اورنگ زیب عالم گیر، سڈھانڈی گاؤں

○ نونہال ادیب میں عشرت جہاں کراچی کی " صبر و قناعت "، بشریٰ رؤف کی " اپنا دُکھ " اور تحفے میں فیصل احمد عباسی کا ' غیبت '، کہکشاں ترنم رومی کی " اس کے بعد " اور جاگو جگاؤ اور سرورق کی کہانی اپنی مثال آپ ہیں۔ حامد شاہ، پسنی بندر

○ فروری کے نونہال میں سب چیزیں ہی مزے دار تھیں۔ جاگو جگاؤ، مسکراتے رہو اور کہانیوں میں دوستی، ماشا کی کہانی، اور چوتھا کہاں گیا ' قابل تعریف ہیں۔ ناصر رسول، واہ کینٹ

○ نونہال مصوّر میں ساری تصویریں اچھی تھیں۔ اس کے علاوہ لطیفے اور کارٹون بھی بہت دل چسپ تھے۔ مس عفت گل اعزاز کا مضمون ' سورج، چاند، ستارے اور سیارے ' تو سب سے زیادہ پسند آیا۔ انجم نبی محمد، لطیف آباد

○ فروری کا رسالہ عروج پہ تو نہ تھا، لیکن پھر بھی عتیق الرحمٰن صدیقی کی ' محبت کی بات '، نظموں میں قمر ہاشمی کی " بچے اور امن " اور کہانیوں میں ' برش کا کارنامہ ' اور ' دوستی ' نمایاں رہیں۔
سید محمد اطہر، لاڑکانہ

○ کہانیوں میں ' دوستی ' اور ' چوتھا کہاں گیا ' زیادہ اچھی تھیں۔ لطیفے بھی بہت مزے دار تھے۔ " جاگو جگاؤ " بہت پسند آیا۔
شازیہ رسول، واہ کینٹ

○ نونہال کا معیار کافی بہتر ہو گیا ہے۔
خلیق الرحمٰن، بیول گوجر خاں

○ " طب کی روشنی میں " سے ہمیں کئی بیماریوں کے علاج میں مدد ملتی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا مجھے بہت پسند ہے۔ سب سے پہلے میں وہی پڑھتی ہوں۔ افشاں احمد، کراچی

○ مشیر صدیقی صاحب کی تصویریں نونہال میں جان ڈال دیتی ہیں۔ حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ نصیحت آموز ہوتا ہے۔ اگر ہم سب عہد کریں کہ ان نصیحتوں پر عمل کریں تو ہم بھی معزز شہری بن سکیں گے۔ نعیم اختر، نیو کراچی۔

○ ماشا کی کہانی، دوستی اور چوتھا کہاں گیا، بہت اچھی کہانیاں تھیں۔
حفصہ خانم، عبدالوہاب، عبدالمنان، محمد سفیان، محمد ارسلان

○ مجھے اس رسالے میں قیمتی اقوال اور اچھی اچھی باتیں بڑی پسند آئیں۔ عبدالرحمان خان زادہ، نصر پور

○ میں اس رسالے کو بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔
اللہ ڈنو، پڈ عیدن

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

معلومات عامّہ کے جوابات

ہم سے بعض نونہال یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہماری تصویر کیوں نہیں شائع کی گئی، جب کہ ہمارے تمام جوابات درست تھے۔ بات یہ ہے کہ جن کی عمر اچھی ہوگئی ہے یا وہ اپنی عمدہ صحت کی وجہ سے ماشاءاللہ جوان معلوم ہوتے ہیں، ان کی تصویریں نونہالوں کے ساتھ اچھّی نہیں معلوم ہوتیں۔ اس لیے ہم ذرا تامل کرتے ہیں۔ ویسے بھی اصل چیز تو نام ہے۔ نام بڑا انعام۔

۱۔ حدیث کی مستند کتابیں چھے ہیں اور انھیں صحاح ستّہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ جس طرح کوہِ نور ہیرا مشہور ہے اسی طرح کوہِ طور ہیرا بھی مشہور ہے۔ یہ دونوں ایک ہی ہیرے کے ٹکڑے تھے۔

۳۔ ۹ نومبر ۱۹۸۲ء کو جرمنی کے شہر ہائڈل برگ میں علامہ اقبال کی ۱۰۵ ویں سال گرہ منائی گئی تھی۔

۴۔ ریاست ہائے متحدہ امریکا کے وزیر کے لیے سکریٹری کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ پشاور کو چترال سے درۂ لوواری ملاتا ہے۔

۶۔ شمالی افریقہ کے قدیم باشندوں کو بَربَر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مصر کے قدیم باشندوں کو قبطی کہا جاتا ہے۔

۷۔ انگلینڈ کا مشہور و معروف کرکٹ گراؤنڈ لارڈز کا میدان ہے، جو ایم سی سی کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ اس کا نام ٹامس لارڈ کے نام پر رکھا گیا ہے۔

۸۔ جمہوریۂ سنگاپور کے دارالحکومت کا نام سنگاپور ہے۔

۹۔ ایمسٹرڈم ایک مشہور بندرگاہ کا نام ہے۔ یہ ہالینڈ میں ہے۔

۱۰۔ فاک لینڈ بحرِ اوقیانوس میں واقع ہے۔

○○○

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

محمد عرفان اعوان، ملتان　　عذرا ظہیر، کراچی

نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

شارق شمیم　　محمد عارف صدیق بلوچ
محمد زکریا بلوچ　　شہناز جہاں
فاروق یوسف بلوچ

حیدر آباد

سید ظفر الحسین رضوی
نوید احمد خاں

جام شورو

سید مجیب حسن رضوی
طارق وسیم احمد
سلمان گل خان

سانگھڑ

ریاض الدین امر　　شاہد نذیر آرائیں　　محمد امین سیف الملوک
غلام نبی منصوری　　عابد حسین رندھاوا　　فریدا احمد قریشی
عمر ندیم یوسف زئی　　عبدالشکور غزل　　غلام مصطفےٰ لغاری بلوچ
عبدالمجید یوسف زئی　　غلام رسول پارس　　محمد یونس سَنی

مختلف شہروں سے

ندیم احمد خان زادہ، سکرنڈ
محمد طاہر آرائیں، سنجھورو
ثمینہ کوثر ناز، ملکوال

......

طالب علموں، نوجوانوں اور سائنس کا شوق رکھنے والوں کے لیے
پاکستان کا واحد ٹیکنیکل ماہانہ رسالہ

عملی سائنس

جو پچھلے اٹھارہ سالوں سے سائنس اور ٹکنالوجی سے متعلق کام آنے والی معلومات بہم پہنچا رہا ہے۔ یہ پاکستان بھر کے انٹر اور ڈگری کالجوں کے لیے اور پولی ٹکنک اور فنی درس گاہوں کے لیے حکومت سے منظور شدہ بھی ہے۔

اس کا مطالعہ آپ کے لیے مفید ہوگا۔

دفتر عملی سائنس، ۶ ٹھاکر داس بلڈنگ، دوسری منزل، ایم اے جناح روڈ، کراچی

اس شمارے کے مشکل الفاظ

تخیل	تَ خَی یُل	خیال کرنا، خیال میں آنا
ٹٹولنا	ٹَ ٹول نا	کسی چیز کا بلغیر دیکھے ہوئے ڈھونڈنا، ہاتھ پھیرنا، عندیہ لینا، خفیہ طور پر دریافت کرنا، آزمانا، امتحان، پرکھنا
عروس	عَ رُو س	یہ دُولھا اور دُلھن دونوں کے لیے ہوتا ہے لیکن عام طور پر دلھن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
بلاد	بِ لا دْ	بَلَد کی جمع۔ شہر
زِچ	زِ چْ	عاجز، تنگ، دق
فردا	فَرْ دا	آنے والا کل، قیامت کا دن
پذیر	پَ ذی رْ	قبول کرنے والا
گریا	گَ رْ یا	پیٹھ کی ہڈیوں کا مجموعہ، سانپ کی ہڈیوں کا مجموعہ
گریہ	گِرْ یا	رونا
عشرہ	عَش رہ	مہینے کا دسواں دن، محرم کی دسویں تاریخ، دس روز کا یا دس سال کا مجموعہ
مُعَمّا	مُ عَمْ ما	چھپا ہوا، اندھا، پوشیدہ تہ کی بات۔

کارندہ	کارِ نْ دَا	کام کرنے والا، بونے والا
چہکارنا	چَہ کار نا	چہچہانا، اچھی آوازیں نکالنا
سخن	سُ خَ نْ	بات چیت، قول، عہد، شعر، اعتراض، نظم، مقولہ
توقیر	تَو قی رْ	تعظیم، تکریم، وقعت، عظمت
سلف	سَ لَ فْ	گزشتہ، اگلا، پہلے کا، آباو اجداد
لالہ زار	لا لَہْ زار	باغ، چمن، وہ کھیت جس میں لالے کے پھول بہت ہوں
گوٹ	گو ٹْ	حاشیہ، کنارہ، کور، گاؤں، کپڑے کا محرف ٹکڑا جو لباس کے چاروں طرف لگاتے ہیں۔
لاگ	لا گْ	مدد، تعلق، محبت، لگن، مزہ، چسکا، عداوت، دشمنی، کرتب، جادو، توجہ، وہ چیز جس سے کوئی قابو میں آ جائے۔
بانات	با نا تْ	ایک قسم کا اونی کپڑا جو موٹا اور گرم ہوتا ہے۔
چِتا	چِ تا	لکڑیوں کا ڈھیر جس پر ہندو اپنے مُردے کو جلاتے ہیں۔

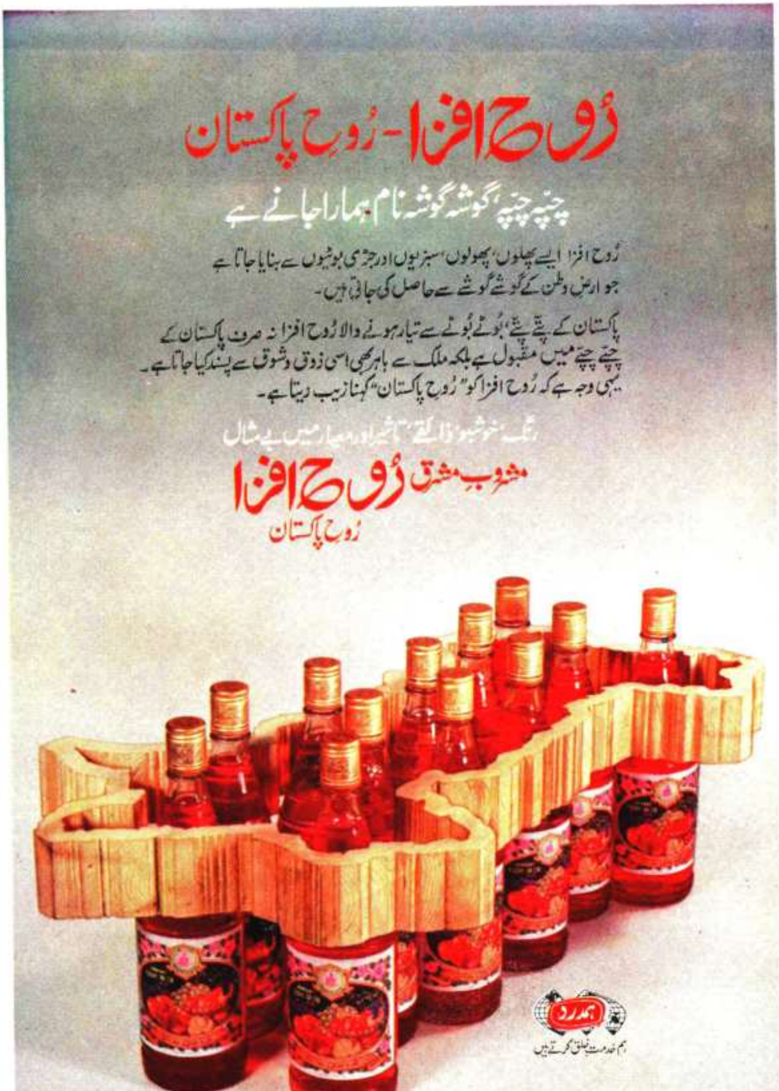
رُوح افزا - رُوحِ پاکستان
چپّہ چپّہ، گوشہ گوشہ نام ہمارا جانے ہے
رُوح افزا ایسے پھلوں، پھولوں، سبزیوں اور جڑی بوٹیوں سے بنایا جاتا ہے
جو ارضِ وطن کے گوشے گوشے سے حاصل کی جاتی ہیں۔
پاکستان کے پتّے پتّے، بُوٹے بُوٹے سے تیار ہونے والا رُوح افزا نہ صرف پاکستان کے
چپّے چپّے میں مقبول ہے بلکہ ملک سے باہر بھی اسی ذوق و شوق سے پسند کیا جاتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ رُوح افزا کو "رُوحِ پاکستان" کہنا زیب دیتا ہے۔
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں بے مثال
مشروبِ مشرق رُوح افزا
رُوحِ پاکستان
ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں

ہمدرد نونہال
اپریل ۱۹۸۸
رجسٹرڈ ایم نمبر ۶۹

بِلوبینڈ مارجرین — غذائیت اور لذّت سے بھرپور

بچوں کو توانائی کا خزانہ چاہیئے۔ اپنے بچوں کو بلوبینڈ دیجئے کیونکہ
بلوبینڈ بچوں کی بہترین نشوونما کرنے والی غذا کا ایک اہم حصہ ہے۔ غذائیت
اور لذت سے بھرپور بلوبینڈ میں وٹامن اے اور ڈی شامل ہیں۔
بلوبینڈ کو ڈبل روٹی کے سلائس یا بن پر لگا کر دیجئے،
آپ کے بچے اس کو بہت پسند کریں گے۔
جی ہاں! بلوبینڈ نے صحت کو لذت کی شکل دی ہے۔

بِلوبینڈ مارجرین
خاندان کی چاہت بھری نگہداشت کے لئے

BBM C 9 85 UU
R-LINTAS